جماعت اہل حدیث کا

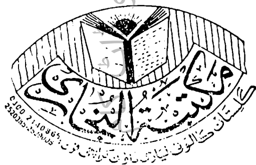
خلفائے راشدین سے اختلاف

تالیف محمد یالن حقانی گجراتی



مکتبۃ البخاری

نزد صابری پارک ۔ گلستان کالونی ۔ کراچی


گلستان کالونی لیاری ٹاؤن کراچی فون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ

قال اللہ تعالیٰ۔ پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ ع ۲ آیت ۱۴

علم حق آجانے کے باوجود یہ لوگ ضد کی بناء پر گروہ در گروہ ہوتے جارہے ہیں

جماعت اہل حدیث

کا

خلفائے راشدین سے اختلاف

تالیف: محمد یاسین حقانی گجراتی

ناشر

مکتبۃ البخاری

نزد صابری پارک ۔ گلستان کالونی ۔ لیاری ٹاؤن کراچی

فون 2529008- 2520385

کتاب کا نام .... جماعت اہل حدیث کا خلفاء راشدین سے اختلاف

مئولف .... محمد پالن حقانی گجراتی

ناشر .... مکتبہ البخاری گلستان کالونی نزد صابری پارک لیاری ٹاؤن، کراچی

فون: 2529008۔25203085

ملنے کا پتہ

☆ مکتبہ البخاری گلستان کالونی لیاری ٹاؤن۔کراچی

☆ نور محمد کتب خانہ نوری آرام باغ۔کراچی

☆ میر محمد کتب خانہ نوری آرام باغ۔کراچی

☆ قدیمی کتب خانہ نوری آرام باغ۔کراچی

☆ دارالاشاعت اردو بازار۔کراچی

☆ عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ۔کراچی

☆ ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ مکتبہ قاسمیہ بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ مکتبہ زکریا بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ مکتبہ لدھیانوی بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ مظہری کتب خانہ گلشن اقبال۔کراچی

☆ اقبال بک سینٹر صدر۔کراچی

☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی۔کراچی

☆ مکتبہ نصیریہ افضل مسجد کھارادر۔کراچی

☆ مکتبہ علی معاویہ سعید آباد بلال مسجد۔کراچی

☆ مکتبہ بنوریہ سائٹ ایریا۔کراچی

☆ مکتبہ بغدادی تھانہ لیاری۔کراچی

☆ مکتبہ طیبہ بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ مکتبہ المعارف بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ مکتبہ العلمیہ بنوری ٹاؤن۔کراچی

☆ بیت الکتب گلشن اقبال۔کراچی

☆ دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار۔لاہور

☆ دارالشعور مکی دارالکتب۔لاہور

☆ مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار۔راولپنڈی

☆ دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار۔لاہور

☆ مکتبہ بیت العلم۔اسلام آباد

فہرست مضامین

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم



اظہارِ اعتماد

استاد حدیث حضرت مولانا سید مشہود حسن حسنی صاحب مدظلہ العالی

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

ناظرین کرام! موجودہ دور میں حضرت مولانا محمد پالن حقانی صاحب مدظلہ العالی کی شخصیت نہایت مقدس اور باکمال ہے، باوجود عالم نہ ہونے کے انتہائی تحقیق اور اصابت رائے حیرت انگیز امر ہے، آپ جس طرح ایک بہترین مقرر ہیں اسی طرح بہترین مصنف بھی ہیں "شریعت یا جہالت" آپ کی مشہور کتاب ہے۔ اس وقت آپ کی ایک نئی کتاب "جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف" شائع ہو رہی ہے۔ یہ ایک عجیب وغریب نیا موضوع ہے جس پر ابھی تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے موصوف نے اس کتاب میں نہایت محققانہ انداز سے یہ ثابت کیا ہے کہ غیر مقلدین حضرات خلفائے راشدین سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ احقر نے اس کتاب کے مسودہ کو دیکھا کہیں کہیں حضرت موصوف کی اجازت کے تحت ترمیم بھی کی اور ناقل کی غلطیوں کی اصلاح بھی کی۔ بہرحال کتاب نہایت بہترین ہے۔ اللہ رب العزت حضرت اور آپ کی تصنیفات وتقریرات کے ذریعہ امت مسلمہ کو فائدہ پہنچائے۔ آمین یارب العلمین!

فقط

احقر الزمن سید مشہود حسن حسنی غفرلہٗ

استاد حدیث مدرسہ امینیہ، کشمیری گیٹ، دہلی

۱۴ر اگست ۱۹۸۴ء







عرضِ مصنّف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریفیں اس خداوندکریم کو سزاوار ہیں جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور کل کائنات کا خالق و رزاق ہے اور قیامت کے دن کا بھی دھنی ہے اسی کے ہاتھ میں موت اور زندگی ہے۔
اسی کے بس میں عزت اور ذلت ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، ہم سب مرکر اسی کے پاس جانے والے ہیں اور حق و باطل کا وہی فیصلہ کرنے والا ہے جزا کا حق دار کون ہے اور سزا کا مستحق کون ہے وہ سب کو جانتا ہے۔

مسلک اہل حدیث کے ماننے والوں میں سے کچھ محترموں کا ہم پہ بہت بڑا احسان ہے جس میں سب سے زیادہ سبقت لے جانے والے منشی ریڈیو سروس

ڈھال روڈ پوسٹ ڈسٹک جوناگڈھ صوبہ گجرات والے خاندان کا ہے۔
اللہ تعالیٰ اس خاندان کو دونوں جہاں میں بھلے سے بھلی نعمتیں عطا فرمائے
اور ہر آفت و بلا سے حفاظت فرمائے۔ آمین !

مسلک اہل حدیث کے ماننے والوں میں سے اور بھی بہت سے مخلص
صاحبان ہیں جو آج بھی ہم سے پیار رکھتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ
انھیں بھی دین و دنیا کی بھلے سے بھلی نعمتیں عطا فرمائے اور ہر آفت و بلا سے
حفاظت فرمائے۔ آمین !

ہم کو وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ ہم مسلک اہل حدیث کے ماننے والوں کو
سمجھانے کے لیے اپنی زندگی میں قلم چلائیں گے لیکن کچھ نااہل لوگ ہم کو ہر جگہ
ستاتے رہے اور مسئلہ مسائل کی بحث کرتے رہے ہم کو الحمدللہ زبانی بہت
سے حوالے یاد ہیں ان سے ان محترموں کو یعنی اعتراض کرنے والوں کو سمجھاتے
رہے لیکن وہ مانتے نہیں تھے اور اپنا ہی گیت گاتے رہے بیس سال سے
ہماری چھیڑ چھاڑ کرتے رہے اور ان اعتراض کرنے والے محترموں کو یہ گمان
تھا کہ حنفیہ کے پاس کوئی جواب نہیں حالاں کہ فقہ حنفی مکمل فقہ ہے جو قرآن و
حدیث سے ترتیب دی گئی ہے اور مسلک اہل حدیث والے صاحبان
آج بھی فقہ حنفی کے محتاج ہیں جب کوئی مسئلہ درپیش آتا ہے اور قرآن و
حدیث میں ان کو جواب نہیں ملتا تو حنفی یا شافعی مسلک ہی کا سہارا
لیتے ہیں۔

ان مسلک اہل حدیث والے صاحبوں کو سمجھانے کے لیے ہم نے
ایک کتاب لکھی جس کا نام " جماعت اہل حدیث کا ائمہ اربعہ سے اختلاف "
اس کتاب کے چھپنے کے بعد اہل حدیث صاحبوں کو تشفی نہیں ہوئی بلکہ کچھ

محترم ناراض ہوگئے کتاب کو قبول کرنے کے بجائے کتاب کا جواب دینے کی فکر میں رہے اور جواب دیا کتابی شکل میں بھی دیا اور کچھ تحریری شکل میں جواب دیتے رہے حالاں کہ ان محترموں سے جواب نہیں بنا لیکن ان کو اطمینان ہوگیا کہ ہم نے حقانی صاحب کی کتاب کا جواب دے دیا ہم کو بھی احساس ہوا کہ ان محترم اہل حدیث صاحبوں کو پہلے والی کتاب سے اطمینان نہیں ہوا، لہٰذا ایک کتاب اور لکھی جائے جس سے یہ محترم اہل حدیث صاحبان انشاء اللہ تعالیٰ مطمئن ہو جائیں۔ یہی وجہ ہوئی اس کتاب کے لکھنے کی۔ اگر ہماری کتاب کا جواب نہیں دیتے تو ہم کو یہ دوسری کتاب لکھنے کی نوبت نہیں آتی۔

اس کتاب کو دیکھ کر یا پڑھ کر کوئی اہل حدیث صاحبان یہ نہ سمجھیں کہ ہم مسلک اہل حدیث سے بغض یا کینہ رکھتے ہیں، الحمدللہ ہم کو کسی مسلک سے عداوت نہیں ہے مسلک اہل حدیث سے اب بھی وہی پیار ہے جو پہلے تھا سمجھا یا اسی کو جاتا ہے جس سے پیار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی جن سے پیار کرتا ہے اس کی ہدایت کے اسباب بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں یہ حکم ہے کہ قُلِ یعنی کہہ دو ایک حق بات ہے وہ کہہ دی جاتی ہے، بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو کہہ سکتا ہے لیکن چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو بھی کہہ سکتا ہے حق بات کہنے کے بعد اس کو قبول کرنا یا نہیں کرنا یہ ان کی مرضی پر ہے اور ہدایت کا دینا یا نہیں دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے حتی الامکان کی سمجھانا انسان کا اخلاقی فرض ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو انسان حق کو قبول کر لیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تو حق کو قبول کرنے کے بجائے انسان اور زیادہ ضد میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد

ے محفوظ رکھے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے ورنہ نہیں آتی، اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور کل کائنات کے مسلمانوں کو ضد سے بچائے اور قرآن و حدیث پر چلنے اور سمجھنے کی صحیح توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



محمد پالن حقانی

مل پلاٹ
پوسٹ وانکانیر، پن کوڈ نمبر ۳۶۳۶۲۲
ضلع راجکوٹ، صوبہ گجرات
(انڈیا)





سچائی نجات کی دلیل ہے

قرآن کریم کے بائیسویں پارہ میں سورہ احزاب کے نویں رکوع میں میں آیت نمبر ۷۰، ۷۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جب بات کرو صحیح کرو (اللہ تعالیٰ) تمہارے اعمال کو صحیح کردے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا (جو انسان) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر چلے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو تقویٰ کی ہدایت کرتا ہے ان سے فرماتا ہے کہ بات بالکل صاف سیدھی ایچ پیچ بغیر بھی اور بھلی بات بولا کریں جب وہ دل میں تقویٰ زبان پر سچائی اختیار کرلیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انھیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا اور ان کے تمام گناہ معاف کردے گا بلکہ آئندہ کے لیے بھی استغفار کی توفیق دے گا تاکہ گناہ باقی نہ رہ جائیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماں بردار سچے کامیاب ہیں جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۲ ص ۲۹ سورہ احزاب کے نویں رکوع میں

قرآن شریف کے گیارہویں پارہ میں سورۂ توبہ کے پندرہویں رکوع میں آیت نمبر ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے سچ بولنا اختیار کرو اس لیے کہ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جو شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور بچو تم جھوٹ سے اس لیے کہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا، اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے ہاں کذاب (بہت جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی بہشت میں لے جاتی ہے۔ اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۴۱، حدیث ۴۵۵۵، غیبت کا بیان

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۸۳، حدیث ۸۹۵ باب ۴۳، کتاب الادب

(۳) صحیح بخاری شریف جلد ۳ پارہ ۲۵ ص ۲۴۲، حدیث ۱۰۳۲، کتاب الادب

(۴) مظاہر حق جلد ۴ ص ۹۳، آداب کے بیان میں

قرآن شریف کے پانچویں پارہ میں سورۃ نساء کے بیسویں رکوع میں آیت نمبر ۱۳۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لیے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمھارا یا تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو، اگر کوئی امیر ہو یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا اگر تم پیچدار شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے) تو (یاد رکھو کہ) خدا تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عدل وانصاف پر مضبوطی سے جمے رہیں اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ سرکیں ایسا نہ ہو کسی کے ڈر کی وجہ سے یا کسی لالچ کی بنا پر یا کسی کی خوشامد میں یا کسی پر رحم کھا کر یا کسی کی سفارش سے عدل وانصاف چھوڑ بیٹھیں سب مل کر عدل کو قائم وجاری کریں ایک دوسرے کی اس معاملے میں مدد کریں اور خلق خدا میں عدالت کے سکے جما دیں اللہ کے لیے گواہ بن جائیں۔ گواہیاں اللہ کی رضا جوئی کے لیے دو جو بالکل صحیح صاف سچی اور بے لاگ ہوں بدلو نہیں، چھپاؤ نہیں چبا کر نہ بولو، صاف صاف سچی شہادت دو، گو وہ خود تمھارے اپنے خلاف ہو تم حق گوئی سے نہ رکو اور یقین مانو۔ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار غلاموں کی مخلصی کی صورتیں بہت سی نکال دیتا ہے کچھ اسی پر موقوف نہیں کہ جھوٹی شہادت سے ہی اس کا چھٹکارا ہوگا گو سچی شہادت ماں باپ کے خلاف ہوتی ہو گو اس شہادت سے رشتہ داروں کا نقصان ہوتا ہو۔ لیکن تم سچ کو ہاتھ سے نہ جانے دو، گواہی سچی دے دو اس لیے کہ حق ہر ایک پر حاکم ہے گواہی کے وقت نا تونگری کا لحاظ کرو نہ غریب پر رحم کرو ان کی مصلحتوں کو خدا تم سے بہت بہتر جانتا ہے تم ہر صورت اور ہر حالت میں سچی شہادت ادا کرو، دیکھو کسی کے برے میں آ کر خود اپنا برا نہ کر لو کسی کی دشمنی میں عصبیت اور قومیت میں فنا ہو کر عدل وانصاف ہاتھ سے نہ چھوڑ بیٹھو بلکہ ہر حال ہر آن عدل کا انصاف کا مجسمہ بنے رہو۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ صفحہ ۱۳۳ سورہ نساء کے بیسویں رکوع کی تفسیر میں

اگر تم نے شہادت میں تحریف کی، بدل دی، غلط گوئی سے کام لیا۔

واقعہ کے خلاف گواہی دی دبی زبان سے پیچیدہ الفاظ کہے واقعات کم وبیش کردیے یا کچھ چھپالیا کچھ بیان کردیا تو یاد رکھو اللہ جیسے باخبر حاکم کے سامنے یہ چال چل نہیں سکتی۔ وہاں جاکر اس کا بدلہ پاؤگے اور سزا بھگتوگے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۵، ص۱۱۲۔ سورہ نساء کے بیسویں رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے چھٹے پارہ میں سورہ مائدہ کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! کھڑے ہوجایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ قریب ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے دیکھو کسی کی عداوت اور ضد میں آکر عدل سے نہ ہٹ جانا دوست ہو یا دشمن ہو تمھیں عدل وانصاف کا ساتھ دینا چاہیے تقوے سے زیادہ قریب یہی ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۶ ص۶۹ سورۂ مائدہ کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں

سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ کی یہ دونوں آیتیں اگرچہ مختلف سورتوں کی ہیں لیکن مضمون دونوں کا تقریباً قدرِ مشترک ہے، فرق اتنا ہے کہ عدل وانصاف کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والی عادتاً دو چیزیں ہوا کرتی ہیں، ایک کسی کی محبت وقرابت یا دوستی وتعلق جس کا تقاضا شاہد کے دل میں یہ ہوتا ہے کہ شہادت ان کے موافق دی جائے تاکہ یہ نقصان سے محفوظ رہیں یا ان کو نفع پہنچے اور فیصلہ کرنے والے قاضی یا جج کے دل میں

اس تعلق کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ فیصلہ ان کے حق میں دے دوسری چیز کسی کی عداوت و دشمنی ہے جو شاہد کو اس کے خلاف شہادت پر آمادہ کرسکتی ہے اور قاضی اور جج کو اس کے خلاف فیصلہ دینے کی باعث ہوسکتی ہے غرض محبت و عداوت دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عدل وانصاف کی راہ سے ہٹا کر ظلم وجور میں مبتلا کرسکتی ہیں۔ سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ کی دونوں آیتوں میں ان ہی دونوں رکاوٹوں کو دور کیا گیا ہے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ ص ۵۷۶

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ نساء اور سورۃ مائدہ کی دونوں آیتوں میں دو چیزوں کی طرف ہدایت ہے ایک یہ کہ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل و انصاف کے حکم پر قائم رہو نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں کمزوری آنی چاہیے اور نہ کسی دشمنی و عداوت سے۔ دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے بیان کرنے سے پہلو تہی نہ کی جائے تاکہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اور صحیح فیصلہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۳ ص ۶۹

اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرمارہا ہے کہ اللہ کے لیے پوری پابندی کے ساتھ سچی اور صحیح شہادت دیا کرو کسی قوم کی عداوت یا کسی گروہ کی عداوت یا کسی انسان کی عداوت تم کو اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم انصاف کو چھوڑ بیٹھو اسی کا نام تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ہر اعمال سے باخبر ہے۔

شیعہ اور سنی کی عداوت، دیوبندی اور بریلوی کی عداوت، مقلد اور غیر مقلد کی عداوت، ہندو مسلم نام کی عداوت تم کو اس بات کے لیے مجبور نہ کرے کہ تم انصاف کو چھوڑ بیٹھو تم انصاف ہی کرو چاہے کچھ بھی ہو اسی کا

نام تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

اگر ہم نے ذرا سی لغزش کھائی یا کسی کی ذرہ برابر بھی غلط طرف داری کی حق کو دبا کر باطل کی طرف داری کی تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل سے واقف ہے، ہم دنیا والوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں لیکن خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے اسی بات کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے واسطے اگر ایمان والے ہو تو سچی گواہی دو، اللہ کا سوال ایمان والوں سے ہے بے ایمانوں سے نہیں ہے۔

جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا تمام گناہوں کی جڑ ہے ایک جھوٹ چھپانے کے لیے دس جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اور دس جھوٹ چھپانے کے لیے سو مرتبہ جھوٹ بولنے کی نوبت آجاتی ہے پھر بھی جھوٹ جھوٹ ہی رہتا ہے سچائی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، سچائی نجات کی جڑ ہے جھوٹ تکبر کی جڑ ہے۔

توبہ اور تکبر

قرآن کریم کے پانچویں پارہ میں سورۃ نساء کے چھٹے رکوع میں آیت نمبر ۳۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ایسے آدمی سے محبت نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو شیخی کی باتیں کرتا ہو۔ فرمایا کہ خود بیں معجب متکبر خود پسند لوگوں پر اپنی فوقیت جتانے والا اپنے آپ کو تولنے والا اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر جاننے والا خدا کا پسندیدہ بندہ نہیں ہے وہ گو اپنے آپ کو بڑا سمجھے لیکن خدا کے نزدیک وہ ذلیل ہے لوگوں کی نظروں میں وہ حقیر ہے۔

حوالہ ، تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ ، ص ۴۶ ، سورہ نساء کے پانچویں رکوع کی تفسیر میں

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

حوالہ ، (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۱ ص ۶۴ حدیث ۱۴۷ باب ۳۶ کتاب الایمان

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۴۳۰ حدیث ۴۸۵۱ باب غصہ اور تکبر کا بیان

(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۶۱۶ 〃 〃 〃

(۴) معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۱۳

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا عمدہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے (غرور کا مطلب یہ نہیں ہے جو تم سمجھے بلکہ غرور اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھ کر حق کا انکار کر دینا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا۔

حوالہ ، (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۱ ص ۶۵ حدیث ۱۴۷ باب ۳۶ کتاب الایمان

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۴۳۱ حدیث ۴۸۵۲ غصہ اور تکبر کا بیان

(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۶۱۱ تکبر کا بیان

(۴) معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۱۳

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ وہ چیزیں جو نجات دینے والی ہیں (ان میں سے) ایک تو ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرنا، دوسرا خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں حق بات کہنا، تیسری دولت مندی اور فقیری دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا۔ اور ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں خواہش نفس کا اتباع کیا جائے، دوسرے وہ حرص اور بخل جس کا انسان غلام بن جائے، تیسرے مرد کا اپنے آپ کو بزرگ و برتر اور دوسروں سے بہتر خیال کرنا کہ اس سے تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے اور یہ آخری خصلت بدترین عادت ہے۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۴۳۲ حدیث ۴۸۶۶ غصہ اور تکبر کے بیان میں

(۲) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۱۵۳

زمین پر اترا کر نہ چلو یعنی ایسی چال نہ چلو جس سے تکبر اور فخر و غرور ظاہر ہوتا ہو کہ یہ احمقانہ فعل ہے گویا زمین پر چل کر وہ زمین کو پھاڑ دینا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں اور تن کر چلنے سے بہت اونچا ہونا چاہتا ہے، اللہ کے پہاڑ اس سے بہت اونچے ہیں، تکبر دراصل انسان کے دل سے متعلق شدید کبیرہ گناہ ہے انسان کے چال ڈھال میں جو چیزیں تکبر پر دلالت کرنے والی ہیں وہ بھی ناجائز ہیں۔ متکبرانہ انداز سے چلنا خواہ زمین پر زور سے نہ چلے اور تن کر اونچا نہ بنے بہرحال ناجائز ہے تکبر کے معنیٰ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل و اعلیٰ سمجھنا اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں کمتر و حقیر سمجھنا۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۸۳

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر کرنے والے قیامت کے دن چھوٹی چیونٹیوں کے برابر انسانوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے جن پر ہر طرف سے ذلت و خواری برستی ہوگی ان کو جہنم کے ایک جیل خانہ کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر سب آگوں سے بڑی تیز آگ چڑھی ہوگی اور پینے کے لیے ان کو اہل جہنم کے بدن سے نکلا ہوا پیپ لہو دیا جائے گا۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ ص ۳۳۹

حدیث: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند فرماتا ہے تو وہ اپنے نزدیک تو چھوٹا ہے مگر سب لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے تو وہ خود اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے اور لوگوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ ص ۳۳۹

ابلیس بھی جنت میں تھا اور آدم علیہ السلام بھی جنت میں تھے ابلیس سے نافرمانی ہوئی اور آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو دونوں جنت سے نکال دیئے گئے۔ ابلیس نے نافرمانی کو نافرمانی نہیں سمجھا کیوں کہ اس کو علم کا فخر تھا تو جنت سے ہمیشہ کے لیے محروم رہا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی بھول کو بھول تسلیم کر لیا کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم کا فخر نہیں تھا تو حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں داخلہ پھر سے منظور ہوگیا۔ ہم

حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں توبہ کرتے کرتے اس منزل تک پہنچے ہیں اور اب بھی توبہ کی امید میں ہیں، الحمدللہ تحقیقات کر رہے ہیں کہ حق ملے تو باطل کو ان شاء اللہ تعالیٰ چھوڑ دیں اور توبہ کر لیں۔ کیوں کہ ہم کو علم کا فخر نہیں ہے ہم اَن پڑھ آدمی ہیں، عربی فارسی کچھ نہیں جانتے البتہ زیادہ علم جاننے والوں میں سے بعض عالموں کو توبہ کرنا گراں گزرتا ہے کیوں کہ ان کو علم کا فخر ہوتا ہے اور فخر کی وجہ سے ان کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ امت میں فرقہ پرستی بڑھتی گئی۔

فرقہ پرستی

قرآن کریم کے پچیسویں پارہ میں سورۂ شوریٰ کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر۱۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: علم حق آجانے کے باوجود یہ لوگ ضد کی بناپر گروہ در گروہ ہوتے جارہے ہیں۔

تفرقہ کا سبب یہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام نہیں بھیجے تھے یا کتابیں نازل نہیں کی تھیں اس وجہ سے لوگ راہ راست نہ جان سکے اور اپنے اپنے مذاہب اور مدارس اور نظام زندگی خود ایجاد کر بیٹھے بلکہ یہ تفرقے ان میں اللہ کی طرف سے علم حق آجانے کے بعد ضد کی وجہ سے ہوئے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ دار نہیں بلکہ وہ لوگ خود اس کے ذمہ دار ہیں جنھوں نے دین کے صاف صاف کھلے اصول اور شریعت کے احکام سے ہٹ کر نئے نئے مذاہب اور طریقے یا مسلک بنائے ہیں۔

یعنی اس تفرقہ پردازی کا محرک کوئی نیک جذبہ نہیں تھا بلکہ یہ اپنی نرالی اور نئی دکھانے کی خواہش اپنا الگ جھنڈا بلند کرنے کی فکر آپس کی ضدم ضدا ایک دوسرے کو زک دینے کی کوشش اور مال وجاہ کی طلب کا نتیجہ تھی، ہوشیار اور حوصلہ مند لوگوں نے دیکھا کہ بندگان خدا اگر سیدھے سیدھے خدا کے دین پر چلتے رہے تو بس ایک خدا ہوگا جس کے آگے لوگ جھکیں گے ایک رسول ہوگا جس کو لوگ پیشوا اور رہنما مانیں گے ایک کتاب ہوگی جس کی طرف لوگ رجوع کریں گے ایک صاف عقیدہ اور بے لاگ ضابطہ ہوگا جس کی پیروی وہ کرتے رہیں گے۔

اس نظام میں ان کی اپنی ذات کے لیے کوئی مقام امتیاز نہیں ہوسکتا جس کی وجہ سے ان کی مشیخیت چلے اور لوگ ان کے گرد جمع ہوں اور ان کے آگے سر بھی جھکائیں اور جیبیں بھی خالی کریں یہی وہ اصل سبب تھا جو نئے نئے عقائد اور فلسفے نئے نئے طرز عبادت اور مذہبی مراسم اور نئے نئے نظام حیات ایجاد کرنے کا محرک بنا اور اسی نے خلق خدا کے ایک بڑے حصے کو دین کی صاف شاہراہ سے ہٹا کر مختلف راہوں میں پراگندہ کردیا پھر یہ پراگندگی ان گروہوں کی باہمی بحث وجدال اور مذہبی اور معاشی اور سیاسی کش مکش کی بدولت شدید تلخیوں میں تبدیل ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ نوبت ان خونریزیوں تک پہنچی جن کے چھینٹوں سے تاریخ انسانی سرخ ہورہی ہے اور پھر تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر گروہ ہر جماعت ہر فرقہ ہر ایک مسلک والا یہی سمجھ رہا ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں۔

قرآن کریم کے اکیسویں پارے میں سورۂ روم کے چوتھے رکوع میں آیت نمبر ۳۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اور بہت سے گروہ ہوگئے ہر گروہ اس طریقے پر نازاں ہے جو ان کے پاس ہے۔

تم سے پہلے والے گروہ گروہ میں ہوگئے اور سب کے سب باطل پر جم گئے اور ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا رہا کہ وہ حق پر ہے اور دراصل حقانیت ان سب سے گم ہوگئی تھی اس امت میں بھی تفرقہ پڑا لیکن ان میں ایک حق پر ہے ہاں باقی سب گمراہی پر ہیں۔ یہ حق والی جماعت اہل سنت و الجماعت ہے جو کتاب اللہ کو اور سنت رسول اللہ کو مضبوط تھامنے والی ہے جس پر اگلے زمانے کے صحابہ رضوان و تابعین رحمہم اور ائمہ مسلمین تھے گزشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی ہیں۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۱ صفحہ سورۂ روم کے چوتھے رکوع کی تفسیر میں

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر ایک ایسا ہی زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا بالکل درست اور ٹھیک جیسے کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے (مطلب یہ ہے کہ جو گمراہیاں اور خرابیاں یہودیوں میں ہوئی ہیں وہی میری امت میں بھی ہوں گی اور مسلمان ان کے قدم بقدم چلیں گے۔ چناں چہ دیکھ لیجیے کہ جو خرابیاں یہودیوں میں تھیں وہ سب مسلمانوں میں موجود ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ) اور بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں بٹ گئی تھی اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنتی فرقہ کون سا ہوگا۔ آپؐ
نے فرمایا وہی جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ۔

حوالہ (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۱۰۲ حدیث ۲۵۰۱ ابواب ایمان
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۳۰ حدیث ۱۶۵ سنتوں کا بیان
(۳) مظاہر حق جلد ۱ ص ۱۹۰ کتاب الایمان

اس حدیث مبارک میں ایک فرقے کو جنتی بتایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جنتی فرقہ کون سا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ۔ اس میں دو باتیں ہیں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس کو سنت کہا جاتا ہے اور دوسری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنے والے جنتی ہیں اور اسی کو اہل سنت والجماعت کہا گیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سے فرقہ پرستی شروع ہوگئی، آپ کی شہادت سے پہلے فرقہ پرستی وجود میں آگئی تھی۔ لیکن ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد فرقہ پرستی عروج میں آگئی۔ اس سے پہلے مسلک اہل قرآن بھی نہیں تھا اور مسلک اہل حدیث بھی نہیں تھا اور نہ کوئی اہل تقلید تھا یہ سب فرقے بعد میں بنے ہیں اور سب جماعتیں الگ الگ ہوگئیں۔

انہی زمانے میں ایک جماعت اپنے آپ کو اہل قرآن کہنے لگی کہ ہم اہل قرآن ہیں ہمارے لیے قرآن کافی ہے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے جو انسان حدیث کو نہیں مانے گا تو وہ قرآن کریم کو کیسے سمجھے گا کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے یہ حدیث کو ماننے سے ہی معلوم ہوگا

ورنہ قرآن کو قرآن کیسے سمجھے گا اور اگر حدیثوں کو نہیں مانیں گے تو قرآن کریم کے احکاموں کو کیسے سمجھیں گے اور ان احکاموں کو ادا کرنے کا کیا طریقہ رہے گا مثلاً قرآن کریم میں ہے کہ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، روزہ رکھو، حج کرو اور بھی بہت سے احکام ہیں اس پر عمل کرنے کا طریقہ حدیث ہی بتلا سکتی ہے لیکن یہ صاحبان حدیثوں کو نہیں مانتے اور سمجھانے سے نہیں سمجھتے یہ ان صاحبوں کی ضد ہے حالاں کہ دنیا میں صرف قرآن ہی کو ماننے والے بہت ہی کم ہیں کوئی خاص تعداد مسلک اہل قرآن والوں کی نہیں ہے۔

اسی طرح کچھ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے لگے کہ ہم حدیثوں کے علاوہ دوسروں کی بات یا عمل یا قول کو نہیں مانتے چاہے وہ عمل اور قول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو چاہے وہ عمل اور قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو چاہے وہ عمل اور قول حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو چاہے وہ عمل اور قول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو۔

حالاں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تائید اور اتباع کرنے کی تاکید قرآن کریم اور حدیثوں میں موجود ہے جن کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آرہا ہے پھر بھی یہ مسلک اہل حدیث والے صاحبان قرآن کریم کی آیتوں کو بھی نہیں مانتے اور حدیثوں کو بھی نہیں مانتے اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہو سکتا ہے کہ جس بات کا وہ صاحبان دعویٰ کرتے ہیں اسی کو نہیں مانتے۔

مسلک اہل حدیث والے صاحبان آج بھی دنیا میں گنے چنے ہیں۔ کوئی خاص تعداد میں نہیں ہیں۔ دنیا میں مخلوق بڑھتی گئی اسی حساب سے

اہل حدیث صاحبان بھی بڑھتے گئے اور ہندوستان میں کہیں کہیں اپنے نام کی مسجدیں الگ بنالی ہیں اور مدرسے بھی بنالیے ہیں۔ اس سے پہلے اہل حدیث صاحبان ہندوستان میں حنفیہ عالموں کے محتاج تھے اور حنفی عالموں کی گود میں رہ کر عالم ہونے کی سند حاصل کرتے تھے۔ آج بھی حنفی عالموں کے مدرسوں میں اپنے آپ کو حنفی یا شافعی بتلاکر چوری چوری داخلہ لے لیتے ہیں کیوں کہ حنفی مدرسوں میں جتنی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اتنی صحیح تعلیم دوسری جگہ پر ہندوستان میں نہیں دی جاتی وہاں سے سند حاصل کر لینے کے بعد اپنے آپ کو اہل حدیث بتلاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صاحبان تو حنفی عالموں پر اور حنفی مسلک پر طنز اور اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں جن سے یہ صاحبان علم دین سیکھتے ہیں انھیں استادوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور انھیں پر اعتراض کرتے ہیں، یہ ہے اہل حدیث صاحبوں کی شرافت کا ثبوت۔

مدینہ مبارک میں یا مکہ معظمہ میں جماعت اہل حدیث کے نام سے کوئی مسجد نہیں ہے اور مدرسہ بھی نہیں ہے، وہاں پر کسی مسجد میں رمضان المبارک میں پورا مہینہ پابندی کے ساتھ آٹھ رکعت نماز تراویح نہیں پڑھی جاتی، وہاں پر سب مسجدوں میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہے، گنے چنے وہاں پر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے والوں کے ساتھ آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھ کر جماعت سے نکل جاتے ہیں اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں دنیا میں جتنے فرقے ہیں ان میں سے مسلک اہل قرآن والوں کو چھوڑ کر سب مسلک والوں کا یہی دعویٰ ہے کہ ان کا عمل قرآن و حدیث کے مطابق ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ان فرقوں میں سے کس فرقے کا عمل قرآن کریم اور حدیث پاک اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کی اتباع میں ہے بس وہی فرقہ صحیح ہے وہی فرقہ حق پر ہے اور وہی فرقہ جنتی ہے۔

مسلک اہل حدیث اور نماز تراویح

قرآن کریم کے تیسرے پارے میں سورۂ آل عمران کے چوتھے رکوع میں آیت نمبر ۳۱-۳۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خود خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ کہدے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت نے فیصلہ کردیا کہ جو شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال، افعال، عقائد مطابق فرمان نبی نہ ہوں طریقۂ محمدیہ پر وہ کاربند نہ ہو تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔ اس لیے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو، اس وقت تمہارے چاہت سے زیادہ خدا تمھیں دے گا یعنی وہ خود تمھارا چاہنے والا بن جائے گا جیسے کہ بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ خدا تجھے چاہنے لگ جائے۔ غرض خدا کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مدنظر ہو اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو بھی معاف فرمائے گا۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۳ ص۵۹ سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع کی تفسیر میں

پھر عام و خاص کو حکم ملتا ہے کہ سب خدا اور رسول کی مانتے رہیں جو اس سے ہٹ جائیں یعنی خدا رسول کی اطاعت سے ہٹ جائیں تو وہ کافر ہیں اور خدا ان سے محبت نہیں رکھتا اس سے صاف واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت کفر ہے ایسے لوگ خدا کے دوست نہیں ہوسکتے گو ان کا دعویٰ ہو لیکن جب تک خدا کے سچے نبی اُمّی خاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری پیروی اور اتباع سنت پر عمل نہ کریں وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۳ ص۹۵ سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع کی تفسیر میں

محبت ایک مخفی چیز ہے کسی کو کسی سے محبت ہے یا نہیں اور کم ہے یا زیادہ ہے اس کا کوئی پیمانہ بجز اس کے نہیں کہ حالات اور معاملات سے اندازہ کیا جائے، محبت کے کچھ آثار اور علامات ہوتی ہیں ان سے پہچانا جائے، یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے دار اور محبوبیت کے متمنی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان آیات میں اپنی محبت کا معیار بتلایا ہے یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہوجائے گا۔ جو شخص اپنے دعوے میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بنائے گا اور جتنا اپنے دعوے میں کمزور ہوگا اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ ص۵۳

مسلک اہل حدیث والے صاحبوں کا یہ کہنا ہے کہ ان کا عمل حدیث کے

مطابق ہے، حدیث کے خلاف ان کا کوئی عمل نہیں ہے اور اپنے مسلک کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کرتے ہیں حالاں کہ تراویح کے مسئلے پر اہل حدیث صاحبوں کا جو عمل ہے اس کا حدیث میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ پھر یہ صاحبان اپنے آپ کو اہل حدیث کیوں کہتے ہیں۔

حدیث ۸: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو ایک شب باہر تشریف لائے اور آپؐ نے مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر صبح لوگوں نے اس کا چرچہ کیا اور مسجد میں زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور سب نے آپؐ کے ہمراہ نماز پڑھی اور پھر صبح کو لوگوں نے اور زیادہ چرچہ کیا تو مسجد میں تیسری رات کو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ہمراہ نماز پڑھی اور جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں پر تنگ ہو گئی۔ لہٰذا آپؐ شب کو باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ آپؐ صبح کی نماز کے لیے ہی تشریف لائے پس جب آپ فجر کی نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد کے بعد فرمایا۔ امابعد! مجھ پر تمھارا یہاں موجود ہونا مخفی نہ تھا مگر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ تو پھر تم اس کے ادا کرنے سے عاجز آجاؤ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی حال رہا۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ پارہ ۸ ص ۲۴۹ حدیث ۱۸۵۶ تراویح کا بیان
(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۱ ص ۱۲۳ حدیث ۵۸ باب ۲۴۸ قیام رمضان

(۳) ابوداؤد شریف جلد ۱ پارہ ۶ صفحہ ۱۹۳ حدیث ۱۳۵۹ باب ۳۱۸ رمضان کا بیان
(۴) نسائی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۱۳ رمضان کی راتوں میں نماز کا بیان

حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا تو آپ نے ہم لوگوں کو نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ جب ماہ (رمضان) کے سات دن رہ گئے تو آپ ہم لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے (یعنی نماز) میں یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی پھر دوسری رات کھڑے نہ ہوئے بلکہ پانچویں رات کو کھڑے ہوئے ایک رات ناغہ کرکے دوسری رات جب کہ پانچ دن رمضان کے باقی رہے تو ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، ہم لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش ہماری اس باقی رات میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے (تو بہتر ہوتا یعنی آدھی رات کے بعد بھی پڑھتے) آپ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ کھڑا ہو یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوا (یعنی امام کے ساتھ نماز میں کھڑا رہا) اس کے لیے تمام رات کا کھڑا ہونا لکھا جاتا ہے پھر آپ نے نماز نہیں پڑھی (اگلی رات پھر ناغہ کردی) یہاں تک کہ جب تین دن باقی رہ گئے تو اس رات آپ نے اپنے گھر والوں کو بھی بلایا اور ہمارے ساتھ اتنی دیر کھڑے رہے کہ ہمیں فلاح (سحری) چھوٹ جانے کا خوف لاحق ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ فلاح کیا چیز ہے۔ کہنے لگے سحری کھانا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ حدیث ۷۲۱ تراویح کا بیان۔

(۲) نسائی شریف جلد ۱ ص ۲۳۸ رمضان کی راتوں کا بیان

(۳) ابو داؤد شریف جلد ۱ پارہ ۶ ص ۱۹۵ حدیث ۱۳۶۱ باب ۳۱۸ رمضان کے احکام کا بیان

یہ ہیں وہ حدیثیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں دو سال تین تین دن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جماعت سے نماز مسجد میں پڑھائی ہے ان حدیثوں پر مسلک اہل حدیث صاحبان کا عمل نہیں ہے. اہل حدیث ہونے کا دعویٰ اس وقت صحیح ہوتا جب کہ حدیثوں کے مطابق عمل ہوتا۔ حدیثوں میں جو ارشاد ہے اسی کے مطابق عمل کرتے نہ اس سے آگے بڑھتے نہ اس سے پیچھے ہٹتے، حدیث کے حکم کے خلاف کسی کے قول یا فعل کو قبول نہ کرتے نہ اپنی رائے کو اس میں دخل دیتے بلکہ حدیث ہی پر عمل کرتے تب جاکر دعویٰ اہل حدیث ہونے کا صحیح ثابت ہوتا لیکن یہ صاحبان دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا کرتے ہیں اور صحیح حدیثوں سے کس قدر ہٹے ہوئے ہیں اس کو دیکھیے اور عمل کیا کرتے ہیں اس کو اب سنیے۔

(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگیٔ مبارک میں ایک سال لگاتار تین دن نماز جماعت سے رمضان المبارک میں مسجد میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پڑھائی ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو بھی چاہیے کہ اپنی زندگی میں ایک سال تین دن ہی نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھیں کیوں کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان پورا مہینہ پابندی کے ساتھ ہر سال زندگی بھر کیوں پڑھتے ہیں یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، عجیب بات ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن نماز جماعت سے مسجد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پڑھائی ہے وہ آدھی رات کے بعد پڑھائی ہے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اہل حدیث

صاحبان اول رات ہی میں کیوں پڑھ لیتے ہیں؟ اور پورا مہینہ کیوں پڑھتے ہیں یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے۔ حدیث میں کیا ہے اور یہ صاحبان کرتے کیا ہیں۔

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سال رمضان المبارک کے آخری ہفتے میں تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پڑھائی ہے اس میں ایک ایک دن ناغہ کر کے پڑھائی ہے یعنی ایک دن نماز جماعت سے مسجد میں پڑھائی اور ایک دن ناغہ کر دیا پھر ایک دن نماز جماعت سے مسجد میں پڑھائی اور ایک دن نہیں پڑھائی، پھر ایک دن پڑھا دی۔ یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان رمضان المبارک میں ایک دن بھی ناغہ نہیں کرتے اور لگاتار پورا مہینہ پابندی کے ساتھ نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں، یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تعجب ہے!

(۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں ایک ایک دن ناغہ کر کے پڑھائی ہے وہ تیئسویں رمضان سے پڑھانا شروع کی ہے یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان رمضان المبارک کی چاند رات ہی سے پڑھنا کیوں شروع کر دیتے ہیں یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(۵) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں ایک ایک دن ناغہ کر کے پڑھائی ہے اس حدیث مبارک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے دن یعنی ستائیسویں

رمضان کو جو جماعت سے مسجد میں نماز پڑھائی اس میں اپنے گھر والوں کو بھی شامل کر لیا تھا، یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان اپنے گھر والوں کو ستائیس رمضان کو نماز میں شامل کیوں نہیں کرتے یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں حدیثوں کے خلاف چاہے جتنا عمل کریں پھر بھی اہل حدیث ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، تعجب ہے!

(۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سے نبوّت ملی وہاں سے لے کر وفات تک آپ نے اپنی زندگیٔ مبارک میں صرف دو سال تین تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پڑھائی ہے یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو چاہیے کہ پوری زندگی میں صرف دو سال ہی تین تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھیں تاکہ صحیح حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ اہل حدیث صاحبان پوری زندگی ہر سال پورے رمضان میں پابندی کے ساتھ نماز جماعت سے کیوں پڑھتے ہیں، یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تعجب ہے!

(۷) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں دو سال رمضان المبارک میں نماز جماعت سے مسجد میں پڑھائی ہے اور ہر سال تین تین دن ہی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھائی ہے کسی حدیث میں چوتھا دن ثابت نہیں ہے یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو چاہیے کہ وہ رمضان المبارک میں نماز جماعت سے مسجد میں دو سال صرف تین تین دن ہی نماز پڑھیں چوتھے دن نماز جماعت سے مسجد میں ہرگز

ہرگز نہ پڑھیں تاکہ صحیح حدیثوں پر عمل ہوجائے اور مسلک اہل حدیث کی لاج رہ جائے۔ اہل حدیث صاحبان صحیح حدیثوں سے ہٹ کر پورا مہینہ پابندی کے ساتھ نماز جماعت سے مسجد میں کیوں پڑھتے ہیں یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اہل حدیث ہونے کا ڈھول پیٹتے رہتے ہیں تعجب ہے!

(۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو صرف دو سال تین تین دن نماز جماعت سے مسجد میں پڑھائی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا شوق و ذوق اور بڑھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کاش ہماری اس باقی رات میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے، اتنا کہنے کے باوجود آپ نے تین دن سے زیادہ نماز جماعت سے نہیں پڑھائی۔ یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اہل حدیث صاحبان زندگی بھر پورا مہینہ پابندی کے ساتھ رمضان المبارک میں نماز جماعت سے مسجد میں کیوں پڑھتے ہیں یہ کون سی صحاح ستہ کی حدیث ہے جس پر یہ صاحبان عمل کرتے ہیں۔ صحاح ستہ کی حدیثوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور نام اپنا اہل حدیث رکھ لیا۔ تاکہ بدنامی نہ ہو۔

(۹) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سالہ نبوت والی زندگی مبارک میں صرف چھ ہی دن نماز مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پڑھائی ہے ساتواں دن کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی پوری زندگی میں صرف چھ دن ہی نماز مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پڑھیں ساتویں دن ہرگز نہ پڑھیں تاکہ صحیح حدیثوں پر صحیح طریقے سے عمل ہوجائے اور مسلک اہل حدیث کی لاج رہ جائے۔

(۱۰) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ نبوت والی زندگی

مبارک میں تیئیس مرتبہ رمضان المبارک آیا ہوگا۔ رمضان شریف کا مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے بارہ سال کے بارہ مہینے تیس دن کے حساب سے گنے جائیں تو تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اور گیارہ سال کے مہینے انتیس دن کے حساب سے گنے جائیں تو تین سو انیس دن ہوتے ہیں دونوں ملا کر چھ سو اناسی دن ہوتے ہیں۔ چھ سو اناسی دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چھ دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھائی ہے جس کو اہل حدیث صاحبان نے تراویح کی گنتی میں لے کر پورا مہینہ پابندی کے ساتھ رمضان المبارک میں نماز تراویح جماعت سے مسجد میں پڑھنے لگے۔

چھ سو اناسی دنوں میں سے اگر چھ دن نکال دیے جائیں تو باقی چھ سو تہتر دن رمضان المبارک کے بچتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان سے اللہ کے واسطے کوئی پوچھے کہ چھ سو تہتر دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں کیا پڑھتے تھے۔ تہجد کی نماز پڑھتے تھے یا تراویح کی نماز پڑھتے تھے تو ان حضرتوں کا جواب یہی ہوگا کہ تہجد پڑھتے تھے۔

تعجب کی بات ہے مسلک اہل حدیث کے ماننے والوں نے چھ دن کو تو تراویح بنالیا اور چھ سو تہتر دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں جو تہجد کی نماز پڑھی اس کو بھی تراویح بنالیا اور اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ غیر رمضان میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے تھے اور رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے تھے یعنی چھ سو تہتر دنوں کی نماز تہجد کو بھی تراویح بنالیا اپنا ذاتی فیصلہ حدیث کے خلاف دے کر اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا تاکہ رسوائی نہ ہو۔

(۱۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس سال نبوت والی زندگی

مبارک میں جو چھ دن رمضان المبارک میں نماز باجماعت سے مسجد میں پڑھائی ہے اس چھ دن نماز کی نیت مان لیا جائے کہ تراویح کی ہوگی اور چھ دن کے علاوہ چھ سو تہتر دن رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تنہا نماز پڑھی ہے اس کی نیت تہجّد کی ہوگی، اہل حدیث صاحبان رمضان المبارک میں پورا مہینہ تراویح کی نیت کر کے نماز کیوں پڑھتے ہیں یہ کون سی سنت ہے اور کون سی صحاح ستہ کی حدیث ہے جس پر اہل حدیث صاحبان عمل کرتے ہیں اس حدیث کا حوالہ نمبر دینے کی مہربانی فرمائیں۔

(۱۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سالہ نبوت والی زندگی مبارک میں صرف چھ دن نماز مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پڑھائی ہے اس کو اہل حدیث صاحبان نے زندگی بھر کے لیے عملی دلیل بنائی اور [illegible] سالہ زندگی مبارک میں قریباً آٹھ ہزار تین سو پچانوے دن جو تہجد کی نماز پڑھی ہے اس کو تو بالائے طاق رکھ دیا جو قرآن کریم کا حکم تھا اور نام اپنا اہل حدیث رکھ لیا تاکہ رسوائی نہ ہو۔

(۱۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سال رمضان المبارک میں جو تین تین دن نماز جماعت سے مسجد میں پڑھائی ہے یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ان حدیثوں میں سے کسی حدیث میں رکعتوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں کتنی رکعتیں نماز میں جماعت سے پڑھائی ہیں۔ اہل حدیث صاحبان آٹھ رکعت ہی کیوں پڑھتے ہیں، یہ کون سی صحاح ستہ کی حدیث ہے کہ آٹھ رکعت نماز جماعت سے مسجد میں پڑھنے کا حکم ہو، اس حدیث کا حوالہ نمبر دینے کی مہربانی فرمائیں۔ حالاں کہ ان محترموں کے پاس کوئی حوالہ نہیں ہے یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے

خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

(۱۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں دو سال تین تین دن نماز رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پڑھی ہے اس میں آٹھ رکعت پڑھنے کا خلاصہ نہیں ہے آٹھ رکعت نماز تراویح کے نام سے رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پابندی کے ساتھ پورا مہینہ پڑھنے کا ثبوت اہل حدیث صاحبان کسی حدیث سے نہیں دے سکتے ارے مہینے کی پابندی کو تو جانے دیجیے ایک دن بھی کسی نے آٹھ رکعت نماز تراویح کے نام سے رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پڑھی ہو اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں تو نہیں دے سکتے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نہیں دے سکتے وہ مہینہ بھر آٹھ رکعت نماز تراویح کے نام سے مسجد میں جماعت سے پابندی کے ساتھ پڑھنے کا کیا ثبوت دیں گے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تعجب ہے!

(۱۵) رمضان المبارک میں نماز جماعت سے مسجد میں پابندی کے ساتھ پورا مہینہ پڑھتے رہنے کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ عمل ہے نہ حکم ہے پھر بھی اہل حدیث صاحبان ہر سال پابندی کے ساتھ رمضان المبارک میں پورا مہینہ نماز جماعت سے مسجد میں کیوں پڑھتے ہیں، یہ کون سی صحاح ستہ کی حدیث ہے جس پر یہ صاحبان عمل کرتے ہیں۔ اس حدیث کا حوالہ دینے کی مہربانی فرمائیں لیکن ان محترموں کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے صرف زبان سے اپنے آپ کو اہل حدیث کہہ کر خود اپنے دل کو بہلا لیتے ہیں۔

(۱۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں جو

دو سال تین تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھائی ہے ان حدیثوں میں تراویح کا لفظ نہیں ہے۔ اہل حدیث صاحبان تراویح کے نام سے کیوں پڑھتے ہیں یہ کون سی صحاح ستہ کی حدیث ہے جس میں تراویح کے الفاظ ہیں۔ اہل حدیث صاحبان تراویح کے مسئلے میں صحاح ستہ کی حدیثوں سے ہٹ کر عمل کر رہے اور نام اپنا رکھ لیا ہے اہل حدیث تاکہ بدنامی نہ ہو۔

بھولے غریب اور ان پڑھ مسلمانوں کو بہکانے کے لیے اہل حدیث صاحبان ہر جگہ اشتہاروں میں اور کتابوں میں شایع کرتے رہتے ہیں اور تقریروں میں بھی ڈھول پیٹتے رہتے ہیں کہ ان کا عمل صحیح حدیثوں پر ہے حالاں کہ صحیح حدیثوں سے یہ صاحبان تراویح کے مسئلے میں ہٹ چکے ہیں اس کو آپ نے پڑھ لیا اب اور سنیے انشاء اللہ تعالیٰ۔

گیارہ رکعت والی روایت

قرآن کریم کے پانچویں پارے میں سورۃ نساء کے گیارھویں رکوع میں آیت نمبر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگراں کر کے نہیں بھیجا۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی (المختصر)

حوالہ: صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۲ صفحہ ۵۹ حدیث ۲ کتاب الجہاد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار صحیح معنی میں میرا اطاعت گزار ہے، آپؐ کا نافرمان میرا نافرمان ہے اس لیے کہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے جو فرماتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو میری طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری ماننے والا خدا کی ماننے والا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ صفحہ ۵ سورہ نساء کے گیارہویں رکوع کی تفسیر میں

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپؐ کی نافرمانی کی اس نے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت عقلاً بھی واجب ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی واجب ہوئی۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۶

حدیث: حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی انھوں نے کہا کہ آپؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے چار رکعت پڑھتے تھے مگر ان کی درازی کی کیفیت نہ پوچھ پھر چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور توان کی خوبی اور ان کی درازی کی کیفیت نہ پوچھ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وتر پڑھنے سے

پہلے سو رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ پارہ ۵ صفحہ ۲۵۵ حدیث ۱۰۶۵ تہجد کا بیان
(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ حدیث ۲۰۵ باب ۲۲ رات کی نماز کا بیان
(۳) ابو داؤد شریف جلد ۱ پارہ ۵ صفحہ ۵۰۲ حدیث ۱۳۲۲ باب ۲۵۹ نماز تہجد

یہ ہے وہ حدیث جس سے اہل حدیث صاحبان آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں تراویح کے نام سے رمضان المبارک میں پڑھنے کی دلیل لیتے ہیں اس حدیث مبارک سے ثابت کیا ہوتا ہے اس کو سنیے ، اور اہل حدیث صاحبان کرتے کیا ہیں اس کو دیکھیے اور اللہ کے واسطے فیصلہ کیجیے کہ حق بجانب کون ہے ۔

اس حدیث پر ذرا غور کریں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی ہیں کہ رمضان شریف میں بھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور غیر رمضان میں بھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے اس میں دو باتیں ہیں ، رمضان اور غیر رمضان تراویح کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ جماعت سے پڑھنے کا ذکر ہے ۔ اب اس بات پر غور کریں کہ رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے تو یہ گیارہ رکعت کون سی نماز ہوتی تھی ۔ اگر ہم اس سے تراویح مراد لیتے ہیں تو آٹھ رکعت تراویح اور تین رکعت وتر یہ کل گیارہ رکعتیں ہوگئیں اور اگر تہجد کی نماز مراد لی جائے تو آٹھ رکعت تہجد کی نماز اور تین وتر یہ کل گیارہ رکعتیں ہوگئیں ۔ ان دونوں نمازوں میں سے آپ ایک ہی نماز ثابت کر سکتے ہیں ۔ دونوں نمازیں ثابت نہیں ہو سکتیں ۔ اگر تراویح مراد لیتے ہیں تو تہجد ثابت نہیں ہوتی اور اگر تہجد مراد لیتے ہیں تو تراویح کی نماز ثابت نہیں ہوتی

اب آپ اس گیارہ رکعت نماز سے کون سی نماز مراد لیں گے۔

تہجد کی نماز رمضان المبارک میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے اور تراویح غیر رمضان میں نہیں پڑھی جاتی۔ اس حدیث سے تو صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ رمضان میں بھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور غیر رمضان میں بھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے یہ بات تہجد کی ہو رہی ہے تراویح کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۱) اس حدیث مبارک میں جو گیارہ رکعت نماز ثابت ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سال لگاتار پابندی کے ساتھ پڑھی ہے۔ اہل حدیث صاحبان صرف رمضان المبارک ہی میں کیوں پڑھتے ہیں اور گیارہ مہینے کیوں نہیں پڑھتے یہ ان کا عمل صحیح حدیث کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں۔

(۲) اس حدیث مبارک میں جو گیارہ رکعت نماز ثابت ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات کے بعد پڑھی ہے، اہل حدیث صاحبان اول رات ہی میں کیوں پڑھ لیتے ہیں، یہ ان کا عمل صحیح حدیث کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

(۳) اس حدیث مبارک میں جو گیارہ رکعت نماز ثابت ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں پڑھی ہے مسجد میں نہیں پڑھی۔ اہل حدیث صاحبان مسجد میں کیوں پڑھتے ہیں، یہ ان کا عمل صحیح حدیث کے خلاف ہے پھر بھی اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تعجب ہے!

(۴) اس حدیث مبارک میں جو گیارہ رکعت نماز ثابت ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا پڑھی ہے جماعت سے نہیں، اہل حدیث

صاحبان جماعت سے کیوں پڑھتے ہیں، یہ ان کا عمل صحیح حدیث کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں۔

(۵) اس حدیث مبارک میں جو گیارہ رکعت نماز ثابت ہے اس میں تراویح کے الفاظ نہیں ہیں، تراویح کے الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں۔ اہل حدیث صاحبان تراویح کے نام سے کیوں پڑھتے ہیں تعجب ہے!

(۶) آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پابندی کے ساتھ پورا مہینہ پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی نہیں ہے اور حکم بھی نہیں ہے پھر بھی اہل حدیث صاحبان ہر سال رمضان المبارک میں آٹھ رکعت نماز تراویح کے بارے میں کہیں نہ کہیں اشتہار چھاپتے رہتے ہیں اور انعام کا اعلان کرتے رہتے ہیں یہ شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔

(۷) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو سالہ خلافت میں ایک دن بھی نماز جماعت سے رمضان المبارک میں آٹھ رکعت تراویح کے نام سے نہیں پڑھی اور پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا۔ اگر اس حدیث سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی یقیناً پابندی کرتے لیکن اس حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے بلکہ تہجد ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو بہت بڑا مغالطہ ہو گیا۔

(۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ نبوت والی زندگی مبارک میں دو سال تین تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، اس پر بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے عمل نہیں کیا اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں کو پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا تو گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک اور حدیث مبارک کو معاذ اللہ سمجھ نہیں سکے، اس کو اہل حدیث صاحبان سمجھ گئے۔ اللہ کی پناہ!

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو سال کی خلافت میں کسی سال رمضان المبارک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دن بھی نہیں کہا کہ ابا جان آپ آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت کے ساتھ رمضان المبارک میں کیوں نہیں پڑھتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے بلکہ تہجد ہے اہل حدیث صاحبوں کو بہت بڑا دھوکہ ہوا ہے۔

(۱۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں کہا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں کہا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں کہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نہیں کہا کہ آپ صاحبان آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں کیوں نہیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی خلیفہ سے نہیں کہا یہاں تک کہ اپنے والد صاحب سے بھی نہیں کہا۔ یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح مراد نہیں ہے بلکہ تہجد ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو بہت بڑا مغالطہ ہو گیا۔

(۱۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علمی لیاقت سے کون واقف نہیں، بڑے بڑے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

علمی لیاقت رکھنے والے جب کسی مسائل میں یا آیت کریمہ کی تفسیر سمجھنے میں بے بس ہو جاتے تو وہ صاحبان اُس کا حل کرانے کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاتے اور الحمدللہ وہ بات وہاں حل ہو جاتی تھی۔ اتنی علمی لیاقت رکھنے والی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب کسی خلیفہ سے آٹھ رکعت نماز تراویح رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پڑھنے کے لیے نہیں کہا تو کیا اہل حدیث صاحبان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی علمی لیاقت معاذاللہ زیادہ رکھتے ہیں کہ اس حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت کرتے ہیں۔

(۱۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان مبارک کے یہ الفاظ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قریباً پچاس مرتبہ رمضان المبارک آیا ہوگا لیکن کسی رمضان المبارک میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے آپ نے نہیں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہے، پھر آپ صاحبان کیوں نہیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا زندگی بھر آٹھ رکعت نماز تراویح کے بارے میں خاموش رہنا یہ بہت بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ اُس حدیث مبارک سے نماز تراویح ثابت نہیں ہے بلکہ تہجد مراد ہے لیکن محترم اہل حدیث صاحبان کو کون سمجھائے یہ کسی کی بھی نہیں مانتے۔

(۱۳) فتویٰ دینے کے اعتبار سے سات بزرگ مشہور ہیں۔

۱۔ سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲. سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳. سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۴. سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۵. سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۶. سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۷. سیدنا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

انھیں حضرات کو محدثین اور فقہائے فقہاء صحابہؓ سے یاد کیا ہے۔

حوالہ: مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۱ مقدمہ میں

(۱۴) جن جن کے فتوے چلتے تھے ان میں سے کسی نے اپنی زندگی بھر میں آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں نہیں پڑھی اور پڑھنے کا فتویٰ بھی نہیں دیا تو فتوے کے لحاظ سے اور عملی زندگی کے اعتبار سے ان بزرگوں کو قبول کیا جائے یا ان کے مقابلے میں مولویوں کے فتوے قبول کیے جائیں۔ افسوس اہل حدیث صاحبان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عملی زندگی سے ہٹ کر اپنا مسلک نباہنے کے لیے عالموں کی گود میں پناہ لیتے ہیں جب کہ عالموں کی تقلید اہل حدیث صاحبان کے نزدیک جائز نہیں لیکن پناہ وہیں لیتے ہیں اور چاروں مسلک والے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی گود میں پناہ لیتے ہیں تو ان پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں یہ شرافت سمجھی جائے گی یا شرارت!

(۱۵) محترم اہل حدیث صاحبان کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی مبارک کی لاج رکھ لیتے یا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین

کی عملی زندگی کی لاج رکھ لیتے یا فتوے دینے والے صاحبان کی عملی زندگی کی لاج رکھ لیتے لیکن افسوس یہ محترم اہل حدیث صاحبان کسی کی بھی نہیں سنتے، ان محترموں کے نزدیک کسی کا کوئی عمل عمل نہیں اور کسی کا کوئی قول قول نہیں اور کسی کا کوئی علم علم نہیں جو یہ صاحبان کر رہے ہیں، ان کے نزدیک وہی عمل عمل ہے اور جو یہ صاحبان سمجھ چکے ہیں وہی علم علم ہے یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۶) چاروں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں کسی خلیفہ کی طرف سے آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پڑھتے رہنے کا نہ عمل ہے اور نہ حکم ہے، پھر بھی اہل حدیث صاحبان آٹھ رکعت نماز تراویح کا ڈھول پیٹتے رہتے ہیں۔ یہ محترم اہل حدیث صاحبان تراویح کے مسئلے میں حدیثوں سے ہٹ چکے ہیں اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع سے بھی ہٹ چکے ہیں اور مولویوں کے فتووں کے چکر میں پھنس گئے ہیں اور اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تعجب ہے!

(۱۷) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں یا ان کے بعد بادشاہوں کے زمانے میں کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا کہ کسی نے آٹھ رکعت نماز جماعت سے مسجد میں تراویح کے نام سے رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں یا مکہ معظمہ میں ایک سال یا دو سال پڑھی ہو یا پڑھنے کا حکم دیا ہو پھر بھی اہل حدیث صاحبان ہر سال آٹھ رکعت نماز تراویح پر چپکے ہوئے ہیں، خدا جانے یہ صاحبان کس کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

(۱۸) مسلک اہل حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد جو دین میں اضافہ ہوگا اس کو بدعت کہتے ہیں، اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی جمعہ کی اذان ثانی اہل حدیث صاحبان کو قبول نہیں ہے کیوں کہ یہ اذان ثانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کی ایجاد کردہ ہے تو پھر آٹھ ہی رکعت نماز تراویح کے نام سے پڑھنا اور پھر جماعت سے پڑھنا مسجد میں پڑھنا اور پورا مہینہ پابندی کے ساتھ پڑھنا یہ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کا ایجاد کیا ہوا عمل ہے اس کو اہل حدیث صاحبان نے سنت کیسے مان لیا اور کون سی صحاح ستہ کی روشنی میں مان لیا اس کا حوالہ نمبر دینے کی مہربانی فرمائیں۔

(۱۹) ہم تقلید والے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کریں تو اس کو بدعت سمجھیں اعتراض کریں اور کفر کے فتوے لگائیں اور اہل حدیث صاحبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے ہٹ کر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عملی زندگی سے ہٹ کر اپنا ذاتی قیاس کرکے عمل کریں اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیں تو اس کو سنت سمجھیں تعجب ہے!

(۲۰) بیس رکعت نماز تراویح رمضان المبارک میں مسجد میں جماعت سے پابندی کے ساتھ پورا مہینہ پڑھنا اس کا ثبوت خلفائے راشدین رضی سے مل رہا ہے اور الگ الگ راویوں سے مل رہا ہے اور نماز تراویح جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پابندی کے ساتھ پورا مہینہ پڑھتے رہنا اور آٹھ ہی رکعت پڑھنا یہ عمل اہل حدیث صاحبان کا خود کا ایجاد کیا ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سے یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں لیکن اس کو بدعت نہیں سمجھیں گے کیوں کہ یہ عمل خود کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اہل حدیث صاحبان بذات خود جو چاہیں کریں ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی فرق نہیں آسکتا تعجب ہے!

(۳۱) آٹھ رکعت نماز تراویح رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پابندی کے ساتھ پورا مہینہ پڑھنے کا ثبوت محترم اہل حدیث صاحبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک سے نہیں دے سکتے اور چاروں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت میں بھی نہیں دے سکتے اور کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارک سے بھی نہیں دے سکتے اور آٹھ رکعت نماز تراویح کو چھوڑ کر بیس رکعت تراویح کو قبول بھی نہیں کرسکتے کیوں کہ ضد کے چکر میں آگئے ہیں لوگوں کی کہاوت ہے کہ سانپ اگر چھچھوندر کو چوہا سمجھ کر بھولے سے پکڑ لیتا ہے تو بہت ہی بری طرح سے پھنستا ہے اگر چھچھوندر کو کھا جاتا ہے تو مر جاتا ہے اور اگر چھچھوندر کو چھوڑ دیتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے، وہی حالت مسلک اہل حدیث والے صاحبان کی ہوتی ہے۔ اگر آٹھ رکعت نماز تراویح کو چھوڑ کر بیس رکعت نماز تراویح کو قبول کر لیتے ہیں تو عزت جاتی ہے اور اگر آٹھ رکعت نماز تراویح ہی پر چپکے رہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع سے محروم رہتے ہیں کریں تو آخر کیا کریں۔ ہم تو اپنے محترم اہل حدیث صاحبان کو یہی رائے دیں گے کہ وہ اپنی ضد کو چھوڑ دیں اور بیس رکعت نماز تراویح کو قبول کر کے بڑی جماعت میں شامل ہو جائیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کے وقت بڑی جماعت میں رہنے کا حکم

فرمایا ہے جس کی حدیثیں انشاء اللہ تعالیٰ آگے آرہی ہیں۔

نمازِ تہجد قرآن کریم سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت میں جو رمضان اور غیر رمضان کا الفاظ ہے اس میں اہل حدیث صاحبان دھوکہ کھا گئے اور اپنے مسلک کے ماننے والوں کو بہکانے کے لیے اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ غیر رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے تھے اور رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے تھے، یہ قیاس کرکے آٹھ رکعت نماز تراویح رمضان المبارک میں پڑھنے لگے، حالاں کہ یہ قیاس بالکل غلط ہے کیوں کہ قرآن کریم سے ٹکرا رہا ہے۔

قرآن کریم کے انتیسویں پارے میں سورۂ مزمل کے پہلے رکوع میں آیت نمبر ۱-۲-۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر کم آدھی رات یا اس سے کسی قدر کم کر دو یا اس سے کچھ بڑھا دو۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کرلیں۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۹ صفحہ ۵۲ سورۂ مزمل کے پہلے رکوع کی تفسیر میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپؐ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۹ ص۵۲ سورۂ مزمل کے پہلے رکوع کی تفسیر میں

بعض علماء کہتے ہیں، شب بیداری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب و فرض تھی نہ کہ امت پر۔

حوالہ: تفسیر حقانی پارہ ۲۹ ص۱۲۲ سورۂ مزمل کے پہلے رکوع کی تفسیر میں

علماء مجتہدین میں اختلاف ہے کہ قیام اللیل یعنی تہجد کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی یا کہ نفل تھی اور دلائل شرعیہ قوی ثبوت یہ دیتے ہیں کہ آپؐ پر فرض تھی۔

حوالہ: تفسیر مواہب الرحمن پارہ ۲۹ ص۱۰۹ سورہ مزمل کے پہلے رکوع کی تفسیر میں

نافلہ کے معنی لغت میں زائد ہے اور پنج وقتہ فرض کے اوپر یہ نماز آپؐ کے واسطے زائد فریضہ تھی اور آپؐ کی خصوصیت سے معلوم ہوا کہ امتیوں پر فرض نہیں ہے۔

حوالہ: تفسیر مواہب الرحمن پارہ ۲۹ ص۱۰۹ سورۂ مزمل کے پہلے رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے پندرہویں پارے میں سورۂ بنی اسرائیل کے نویں رکوع میں آیت نمبر ۷۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور کسی قدر رات کے حصہ میں تہجد پڑھا کیجیے جو آپؐ کے لیے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپؐ کا رب آپؐ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی۔

حوالہ: تفسیر حقانی پارہ ۱۵ ص۹۵ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

بعض تو کہتے ہیں تہجد کی نماز اوروں کے برخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۵ ص ۶۱ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

نماز تہجد ایک زائد فریضہ ہے اور دوسرے فرضوں پر یہ فریضہ آپؐ ہی پر ہے، اکثر علما کا قول ہے کہ تہجد آپؐ پر واجب تھی۔

حوالہ: جامع البیان پارہ ۱۵ ص ۲۳۵ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

پانچوں فرائض نماز کے علاوہ یہ ایک زائد فریضہ خاص آپؐ پر ہے نہ کہ آپؐ کی امت پر۔

حوالہ: جلالین شریف پارہ ۱۵ ص ۲۳۵ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

بے شک نماز تہجد ایک زائد فریضہ ہے جو خاص کر آپؐ کی بلندیٔ درجات کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر فرض کیا ہے نہ کہ آپؐ کے غیر پر کیوں کہ اور تمام امت کے لیے نماز تہجد نفل ہے۔

حوالہ: مدارک التنزیل پارہ ۱۵ ص ۳۰۰ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

نماز تہجد فرض تھی خاص کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تمام امت پر نفل ہے

حوالہ: اکلیل علی مدارک التنزیل پارہ ۱۵ ص ۱۵۱ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

تہجد پانچوں فرائض سے زائد فریضہ ہے آپؐ پر خاص کر آپؐ کی فضیلت اور بزرگی بڑھانے کے لیے۔

حوالہ: بیضاوی شریف پارہ ۱۵ ص ۲۰ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

فرض کیا نماز تہجد کو آپؐ پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی فضیلت و بزرگی بڑھانے کے لیے۔

حوالہ: معالم التنزیل پارہ ۱۵ ص ۲۲۳ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

نماز تہجد عبادت زائد ہے اور خاص کر آپ ہی پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے نہ کہ غیر پر اس لیے کہ اوروں کے لیے نماز تہجد نفل ہے۔

حوالہ: تفسیر کشاف پارہ ۱۵ ص۳۰۰ سورہ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کی تفسیر میں

جن جن علمائے کرام نے تفسیریں لکھی ہیں ان سب کی یہی رائے اور فتویٰ ہے کہ تہجد کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور کسی تفسیر میں یہ نہیں لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ مہینے تو تہجد کی نماز فرض تھی اور رمضان شریف میں یہ نماز آپ پر فرض نہیں تھی بلکہ نفل تھی یا تراویح کی گنتی میں تھی۔ اس کے علاوہ کسی حدیث میں نہیں ملتا کہ تہجد کی نماز رمضان المبارک میں آپ پر فرض نہیں تھی بلکہ تراویح کی گنتی میں تھی۔ اور کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی نہیں ہے۔ پھر اہل حدیث صاحبان نے اپنا ذاتی قیاس کرکے تراویح کا فتویٰ کیسے دیدیا۔

اہل حدیث صاحبان قرآن کریم کے خلاف حدیثوں کے خلاف تفسیروں کے خلاف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی کے خلاف قیاس کرکے تراویح کے مسئلے پر عمل کریں اور ان کی تقلید کرنے والوں کو بھی عمل کرائیں پھر بھی یہ صاحبان اہل حدیث ہی ہیں نہ ان کا قیاس غلط سمجھا جائے گا نہ وہ تقلید غلط سمجھی جائے گی اور نہ ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی فرق آسکتا ہے تعجب ہے!

تہجد کی نماز اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اس کو چھوڑ کر نفل نماز ہرگز نہیں پڑھ سکتے۔ فرض نماز اس وقت ادا ہوگی جب کہ اس کی نیت فرض کی کی جائے گی اور نفل نماز کی نیت کرنے سے فرض نماز ہرگز ادا نہیں ہوسکتی۔ ایک انسان دن بھر نفل نماز پڑھتا رہے تو اس سے فرض نماز

ساقط نہیں ہوگی جب تک فرض نماز کی نیت نہیں کرے گا۔ تو اس حدیث مبارک سے تراویح کی نماز کہاں ثابت ہوسکتی ہے۔ تہجد کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور تراویح کی نماز نفل تھی۔ اہل حدیث صاحبان اپنا مطلب حل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ قرآن کریم سے بھی ہٹا رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سالہ نبوت والی زندگی مبارک میں دو سال تین تین دن نماز رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پڑھائی ہے یعنی کل چھ دن رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں نماز پڑھانا ثابت ہے۔ اس چھ دن کو مدنظر رکھ کر اہل حدیث صاحبان نے پوری زندگی کی نماز تہجد قریباً ۸۳۹۵ دن پڑھی ہے اس کو بالائے طاق رکھ دیا جو قرآن کریم کا حکم تھا اور اپنا مسلک نباہنے کے لیے تہجد کو تراویح بنا لیا۔ ان محترم اہل حدیث صاحبان کو پوچھو تو صحیح کر ان چھ دن کے علاوہ باقی رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے تھے تو ان کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ یہی ہوگا کہ تہجد پڑھتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور دو سال تک آپ کی خلافت رہی اور آپ کی زندگی مبارک میں دو مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا لیکن آپ نے آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں ایک دن بھی

نہیں پڑھی۔ اہل حدیث صاحبان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث سے آٹھ رکعت نماز تراویح کی دلیل لیتے ہیں۔ اس حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہرگز اس سنت کو ترک نہیں کرتے۔

کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے پابند ہوسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی ہے اور عقل دی ہے اور علم سے نوازا ہے وہ صاحبان اللہ کے واسطے فیصلہ کریں کہ حق بجانب کون ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس زمانے کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حق پر ہیں یا مسلک اہل حدیث والے حق پر ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس زمانے میں جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جن میں عالم اور غیر عالم سبھی تھے ان میں سے کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح کو سنت سمجھ کر مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پڑھنے کا اہتمام نہیں کیا۔ پھر اہل حدیث صاحبان اس حدیث مبارک سے آٹھ رکعت نماز تراویح کی دلیل کیوں لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث مبارک کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس زمانے کے سب کے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن میں عالم اور غیر عالم سب ہی موجود تھے وہ سب کے سب حضرات اس حدیث مبارک کو سمجھ نہیں سکے جس کو مسلک اہل حدیث والے صاحبان سمجھ گئے۔ اللہ کی پناہ!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی ہیں کیا یہ گھر والے جس حدیث کو سمجھ نہیں سکے۔ اس حدیث کو اہل حدیث صاحبان سمجھ گئے۔ اللہ کی پناہ!

اہل حدیث کے مسلک کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ والی حدیث مبارک سے اگر آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہے تو اس بات کو ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک اہل حدیث نہیں تھا۔ اس زمانے میں جتنے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے جن میں عالم اور غیر عالم سب ہی تھے ان میں سے کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دو سالہ خلافت کے زمانے میں نہیں کہا کہ آپ آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں کیوں نہیں پڑھتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب صاحبان مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے یا اس وقت مسلک اہل حدیث ہی نہیں تھا پھر یہ صاحبان جو دعویٰ کرتے ہیں مسلک اہل حدیث ہونے کا وہ مسلک کہاں سے شروع ہوا اور کب شروع ہوا اور کس نے اس مسلک کی بنیاد ڈالی۔

مسلک اہل حدیث والے صاحبان ہر سال رمضان المبارک میں کہیں نہ کہیں اشتہار چھاپتے ہیں اور عام مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ تراویح کی نماز آٹھ رکعت صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ یہ محترم اہل حدیث صاحبان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نہیں تھے ورنہ آپ کو ضرور سمجھاتے اور اگر آپ نہیں مانتے تو اشتہار کے ذریعے سے عام مسلمانوں کو سمجھاتے کہ خلیفۂ اوّل امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مسلمانوں کو آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں کیوں نہیں پڑھاتے ہیں جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہے، یہ بہت بڑی لغزش کھا رہے ہیں اور ہمارے مسلک اہل حدیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں یہ تبلیغ کا فریضہ اس زمانے میں بھی ادا کرتے کیوں کہ یہ محترم اہل حدیث صاحبان اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور حق کا اعلان کرنا لازمی چیز ہے لیکن اس زمانے میں کسی نے اشتہار نہیں چھپوایا اور نہ کسی نے کسی کو زبانی کہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جماعت مسلک اہل حدیث کے ماننے والے نہیں تھے، یہ صاحبان بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور اپنا ایک مسلک الگ بنا لیا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے جن کی تقدیر میں مرتد ہونا لکھا تھا مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدوں پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کیوں کر لوگوں سے لڑیں گے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جہاد کروں گا جب تک وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہہ لیں پس جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور اپنے مال کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کے حق سے وہ کسی حال میں نہ بچے گا اور اس کی نیت کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں

سے برابر لڑتا رہوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، خدا کی قسم اگر وہ اس رسّی کو بھی دینے سے انکار کریں گے جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے اور جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے لڑوں گا۔ عمر بن خطابؓ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابو بکرؓ کی یہ استقامت اس وجہ سے تھی کہ خدا نے ان کے سینے کو جہاد کے لیے کھول دیا تھا اور پھر مجھ کو اس کا یقین ہو گیا کہ ابو بکرؓ حق پر ہیں۔

حوالہ: (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۸ حدیث ۳۲ باب ۸ کتاب الایمان

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۳۱۰ حدیث ۱۶۹۰ کتاب الزکوٰۃ

(۳) صحیح بخاری شریف جلد ۳ پارہ ۲۸ صفحہ ۲۲۰ حدیث ۱۸۱۵ کتاب المرتد

(۴) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۹۶ زکوٰۃ کا بیان

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہیں دینے والوں سے جب جہاد کرنے کا اعلان کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سمجھانے لگے کہ کیا لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے آپ لڑیں گے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں سے برابر لڑتا رہوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے۔ تفریق کہتے ہیں دین کے احکاموں میں سے کسی حکم کے اندر کچھ گھٹانا یا بڑھانا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدا کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق ڈالے گا اس سے میں برابر لڑتا رہوں گا یعنی جہاد کروں گا اس میں نماز کا لفظ پہلے ہے اور زکوٰۃ کا بعد میں، اگر اس روایت

سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہوتی جس روایت سے اہل حدیث صاحبان
آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت کرتے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
اپنی زندگی مبارک میں اس کو بھلا ترک کرتے ہرگز نہیں کرتے بلکہ ترک
کرنے والوں سے جہاد کرتے یا سختی تو یقیناً کرتے لیکن سختی اور جہاد تو کیا کرتے
بذات خود دو سال خلافت میں آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں نہیں
پڑھی اور پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا یہ بہت ہی بڑی دلیل ہے اس بات
کی کہ اس روایت سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے۔
اہل حدیث صاحبان کو تراویح کے مسئلے میں بہت ہی بڑا دھوکہ ہوا ہے
خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کو چھوڑ کر مولویوں کے
فتووں کے چکر میں پھنس گئے اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین
کی اتباع کرنے والوں پر اعتراض اور طنز کرنے لگے اور کفر کے فتوے تک
لگادیے یعنی الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔ یہی مثال اہل حدیث صاحبان کی
ہوئی ہے۔
حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ان کے
سامنے ابو بکرؓ کا ذکر کیا گیا وہ اس ذکر کو سن کر رو پڑے اور کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ابو بکرؓ نے صرف ایک
دن اور ایک رات کے اندر جو اعمال کیے ہیں کاش اس دن اور
اس رات کے اعمال کے مانند ان کی ساری زندگی کے اعمال ہوتے
یعنی ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر ان کی ساری زندگی
کے اعمال ہوتے ان کی ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات کو روانہ ہو کر غار ثور پر پہنچے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا خدا کی قسم آپ اس وقت تک غار میں قدم نہ رکھیں جب تک کہ میں اس کے اندر داخل ہو کر یہ نہ دیکھ لوں کہ اس میں کوئی (موذی) چیز تو نہیں ہے اگر کوئی ایسی چیز ہوگی تو اس کا ضرر مجھ کو ہی پہنچے گا اور آپ محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ ابو بکرؓ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو صاف کیا پھر ابو بکرؓ کو غار کے اندر تین سوراخ نظر آئے ایک میں تو انھوں نے اپنے تہہ بند میں سے چیتھڑا پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں میں انھوں نے اپنی ایڑیاں داخل کر دیں اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ سے عرض کیا اندر تشریف لے آئیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر آ گئے اور ابو بکرؓ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ اس حالت میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے ابو بکرؓ کے پاؤں میں کاٹ لیا لیکن وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور اس خیال سے حرکت نہ کی کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے لیکن شدت تکلیف سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے پوچھا ابو بکرؓ کیا ہوا۔ انھوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو کاٹ گیا (یعنی سانپ نے مجھ کو کاٹ لیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں کے زخم پر لگا دیا اور ان کی تکلیف جاتی رہی۔ اس واقعہ کے عرصہ دراز کے بعد سانپ کے زہر نے پھر رجوع کیا اور یہی زہر آپ کی موت کا سبب بنا۔ اور ابو بکرؓ کے ایک دن کا عمل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو عرب کے کچھ لوگ

مرتد ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر لوگ مجھ کو اونٹ کی رسّی دینے سے بھی انکار کریں گے تو ان سے میں جہاد کروں گا۔ میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ لوگوں سے الفت و موافقت کرو اور خلق و نرمی سے کام لو۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ ایّام جاہلیت میں تم بڑے سخت اور غضبناک تھے کیا اسلام میں داخل ہو کر ذلیل و خوار یعنی نامرد پست ہمت ہو گئے۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے کیا کمال پر پہنچنے کے بعد وہ میری زندگی میں کمزور و ناقص ہو سکتا ہے (ہرگز نہیں)

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۵۹۹ حدیث ۵۷۲۳ مناقب کے بیان میں

(۲) مظاہر حق جلد ۵ ص ۹۶

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے آدمی کا نرمی اختیار کرنے کا مشورہ دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ حالات قابو سے باہر ہو چکے تھے مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزیمت و استقامت نے مرتدوں کا زور ختم کر دیا اور اسلام کا بول پھر بالا ہو گیا۔

ہے کوئی صاحب سمجھ یا صاحب انصاف یا صاحب عقل یا صاحب ایمان جو اس بات کا فیصلہ کرے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہوتی تو اس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ترک کرتے ہرگز نہیں کر سکتے۔ بھائی میرے اس حدیث سے تراویح مراد نہیں ہے بلکہ تہجد مراد ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی نے ہم کو کچھ دیا ہے ہم نے اس کا بدل

دے دیا ہے سوائے ابو بکرؓ کے کہ انھوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی اور بخشش کی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن خدا ہی دے گا اور کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے پہنچایا ہے اگر میں کسی کو اپنا خلیل و خالص دوست بنانا چاہتا تو ابو بکرؓ کو اپنا دوست بناتا، یاد رکھو تمھارے دوست (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے خلیل ہیں۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۶۱ حدیث ۱۵۱۸ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۸ حدیث ۵۷۳۰ " " "
(۳) مظاہر حق جلد ۵ ص ۹۳ " " "

اس قدر قربانی دینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی بھر چوبیس گھنٹے رہنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ رکعت والی روایت کو سمجھ نہیں سکے جس کو اہل حدیث صاحبان سمجھ گئے۔ اللہ کی پناہ!

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک روز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تو دوزخ کی آگ سے آزاد کیا ہوا ہے (یعنی عتیق اللہ من النار) اس روز سے ابو بکرؓ کا نام عتیق ہو گیا۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۶۳ حدیث ۱۵۳۵ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۸۹۹ حدیث ۵۷۴۲ " " "
(۳) مظاہر حق جلد ۵ ص ۹۵ " " "

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں (کسی چیز کا)

جوڑا (یعنی دو پیسے یا دو روپے یا دو اشرفیاں وغیرہ) خرچ کیا تو اسے جنت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ بہتر ہے اور جو نمازیوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ اور جو مجاہدین میں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا۔

اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اگرچہ اس کی کوئی ضرورت و احتیاج نہیں کہ کوئی سب دروازوں سے بلایا جائے مگر کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں مجھے امید ہے کہ تم ان ہی میں سے ہوگے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ حدیث ۱۵۳۱ مناقب کے بیان میں
(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۲۲۱ حدیث ۵۵۰ فضائل صحابہ کا بیان

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک روز جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا (یہ واقعہ شب معراج کا ہے) اور مجھ کو جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت کے اندر داخل ہوگی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا کہ اس دروازے کو دیکھ لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ آگاہ ہو کہ میری امت میں سے سب سے پہلا شخص تو ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔

حوالہ: (۱) ابو داؤد شریف جلد ۳ پارہ ۱۹ صفحہ ۲۲۳ حدیث ۱۲۳۰ فضائل صحابہ کا بیان

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۵۹۹ حدیث ۶۰۳۰ مناقب کے بیان میں

(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۹۶

یہ ہیں وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم سے نجات کی پیشین گوئی کی ہے اور جنت کے سب دروازوں سے بلائے جائیں گے اور جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ اہل حدیث صاحبان سے ہمارا سوال ہے کہ یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ثابت ہوگی یا نہیں بتانے کی مہربانی فرمائیں کیوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھی نہیں ہے پھر بھی وہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ چاروں مسلک والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں اور آٹھ رکعت نماز تراویح نہیں پڑھتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان کس خلیفہ کی اتباع کرتے ہیں جو آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھتے ہیں اس کا نام بتلانے کی مہربانی فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ آپ نے اپنی خلافت میں اعلان کر دیا کہ تین طلاق کو ایک طلاق نہیں بلکہ تین کو تین ہی طلاق مانا جائے گا۔ اہل حدیث صاحبان جس حدیث سے تین طلاق کو ایک طلاق ثابت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاق ایک ساتھ دینے کو تین ہی طلاق ماننے والا اس بات کا اعلان ہرگز نہیں کرتے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ایک ساتھ تین طلاق دینے کو ایک طلاق خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جس کام میں لوگوں کو تاخیر کرنی چاہیے تھی وہ اس میں جلدی کرنے لگے ہیں (یعنی ہر حیض کے بعد ایک ایک طلاق دینی چاہیے تھی لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے لگے ہیں) تو ہم کیوں نہ اس کو نافذ کر دیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نافذ کر دیا (یعنی شریعت کے حکم کے مطابق تین طلاق ایک ساتھ دینے پر تینوں کے واقع ہو جانے کا اعلان فرما دیا)

حوالہ: صحیح مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۷۷ حدیث نمبر ۱۵ باب نمبر ۲ کتاب الطلاق

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاق ایک ساتھ دینے کو تین ہی پڑ جانے کا اعلان کر دیا اور آپ کے اس اعلان کی کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو مخالفت کی اور نہ اس اعلان پر کسی نے اعتراض کیا کیوں کہ تین طلاق ایک ساتھ دینے پر تین ہی طلاق پڑ جاتی ہے، حقیقت میں صحیح یہی تھا اس وجہ سے کسی نے نہ اعتراض کیا اور نہ مخالفت کی، لوگوں میں یہ بات پھیلتی جا رہی تھی کہ تین طلاق دینے پر ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں۔ ایک ساتھ تین طلاق دینے کو ایک طلاق خیال کیا جاتا تھا۔ ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث ہے لیکن اس کے الفاظ الگ ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب

کوئی شخص اپنی عورت کو جماع سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو وہ ایک ہی طلاق شمار کی جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع زمانے تک جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا لوگ بہت تین طلاق دینے لگے تو حکم کیا تینوں طلاق ان پر نافذ کرنے کا۔

حوالہ: ابوداؤد شریف جلد ۲ پارہ ۱۳ ص ۱۱۰ حدیث ۴۲۲ باب ۱۲۸

صحیح مسلم شریف کے الفاظ کا جواب ابوداؤد شریف میں موجود ہے۔ یعنی تین طلاق کو ایک طلاق میں شمار کرنا۔ یہ جماع سے پہلے کی بات ہے اگر کسی انسان نے اپنی بیوی کو ہمبستر ہونے سے پہلے تین طلاق دی ہیں تو وہ ایک طلاق مانی جاتی تھی یہ ہمبستر ہونے سے پہلے کی بات ہے، ہمبستر ہونے کے بعد کی بات نہیں ہے، بہرحال ہمبستر ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں ہو تین طلاق کو ایک طلاق سمجھا جاتا تھا یا مانا جاتا تھا یا خیال کیا جاتا تھا یہ الفاظ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں بلکہ اثر صحابہ رض ہے ان کے خیال میں یہ بات تھی کہ تین طلاق دیں گے پھر بھی ایک ہی طلاق پڑے گی۔ یہ لوگوں کا خیال تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں تھا تو اس خیال کو آگے بڑھنے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا اور ایک قانون بنا دیا جو شریعت کا حکم تھا تین طلاق ایک ساتھ دینے سے تین ہی پڑ جاتی ہیں یہ حکم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں ہے بلکہ شریعت کا قانون ہے جو آپ نے رائج کر دیا۔ اس قانون کی تصدیق کرنے والی دوسری حدیثیں صحاح ستہ کی کتابوں سے مل رہی اور الگ الگ راویوں سے مل رہی ہیں اور خیال والی حدیث کی تصدیق کرنے والی کوئی دوسری

حدیث صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتی اس لیے اس خیال کو ختم کر دیا اور قانون کو جاری کر دیا۔

تین طلاق کو ایک مجلس میں ایک ساتھ دینے سے تین ہی طلاق پڑجاتی ہیں اس کا پورا خلاصہ آپ کو دیکھنا ہو تو ہماری کتاب "شریعت یا جہالت اضافہ شدہ" اس میں باب ہے جماعت اہل حدیث کا ائمہ اربعہ سے اختلاف اس کو پڑھیے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو طلاق کے بارے میں پورا اطمینان ہو جائے گا۔

باب نمبر ۲۲۴ ، رمضان کی تیئیس طویل قرأت والی رکعتیں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیئیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

حوالہ: (۱) موطا امام مالک صفحہ ۱۲۲ بیان ۲۶۳ باب ۲۲۴

(۲) کتاب السنن الکبریٰ (بیہقی) جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں رکعات تراویح کی تعداد کا بیان

بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر دونوں مل کر تیئیس ہوتی ہیں۔ گیارہ مہینوں میں وتر کی جماعت نہیں ہوتی وتر کی جماعت صرف رمضان میں تراویح کی جماعت کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے وتر کو ملا کر تیئیس رکعت کا بیان ہو رہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم فرمایا کہ رمضان کی راتوں میں لوگوں کو تراویح پڑھائیے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ عام لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور قرآن کی قرأت سے واقف نہیں اگر تم ان کو رمضان کی راتوں میں تراویح میں قرآن سناؤ تو بہت

اچھا ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین یہ ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہاں میں یہ بات جانتا ہوں لیکن یہ عمل بہت اچھا ہوگا۔ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی۔

حوالہ: کنز العمال جلد ۸ ص ۴۰۹ بیان نمبر ۲۳۴۷۱

یزید بن خصیفہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں رمضان کی تراویح بیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور تقریباً دو دو سو آیات والی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں طویل قرأت کی وجہ سے اپنے عصا کا سہارا لے لیا کرتے تھے۔

حوالہ: کتاب السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ ص ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ باب رمضان میں رکعت تراویح کی تعداد کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور اس کے بعد وتر کی نماز۔

حوالہ: فتویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ معر عربی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح جماعت سے اس لیے نہیں پڑھائی کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو اب فرض ہونے کا جو خطرہ تھا وہ ختم ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی نماز جماعت سے وتر کے ساتھ پڑھنا شروع کرادی۔

تراویح کے بارے میں ایمانداری کی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شروع خلافت میں رمضان

میں تراویح کی نماز کی رکعتوں کا کوئی شمار نہیں تھا جس کی جتنی مرضی ہوتی تھی اتنی ہی رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حکم نہیں تھا کہ اتنی یا اتنی رکعتیں پڑھو، حکم صرف اتنا تھا کہ جتنا بھی ہوسکے زیادہ سے زیادہ عبادت کرو تو جس کو جتنی ہمت اور شوق ہوتا تھا وہ اتنی ہی رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے، تراویح کی جماعت پورے مہینہ کی پابندی کے ساتھ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھی گئی ہے اور نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں پڑھی گئی، یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے شروع ہوا اور آج تک سارے عالم کے مسلمان پابندی کے ساتھ اس پر عمل کررہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقیناً بیس رکعت تراویح اور تین وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنے کا ثبوت ملا ہے اسی وجہ سے آپ نے بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر جماعت سے پڑھنے کا شاہی حکم دے دیا۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور وتر کی نماز بھی۔

حوالہ: موطا امام محمد کے حاشیہ پر ص۱۴۱ منقول از ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بغوی، بیہقی، طبرانی

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں بغیر جماعت بیس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

حوالہ: کتاب السنن الکبریٰ (بیہقی) جلد ۲ ص ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ

حدیث: حضرت مقسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ جلد ۲ ص ۲۹۴ کتاب الصلوٰۃ باب رمضان میں کتنی رکعت پڑھنی چاہیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے جس کی وجہ سے آپ سے پردہ نہیں کیا جاتا تھا اکثر رات کو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات گزارتے تھے وہ جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی عبادت سے واقف تھے دوسرے کم ہی ہو سکتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس بات کی جستجو بھی رہتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح رات کو عبادت کرتے تھے۔

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

حوالہ: مصنف ابن شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعت پڑھنی چاہیے

جماعت اہل حدیث کے مسلک کی چار باتوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلاف ہیں یا پھر مسلک اہل حدیث والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں وہ چار باتیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو ایک طلاق نہیں مانا۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو تین ہی پڑ جانے کا حکم دے دیا۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے نہیں پڑھی اور پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت نماز تراویح جماعت سے پابندی کے ساتھ رمضان المبارک میں مسجد میں پڑھنے کا شاہی حکم دے دیا اور خود بھی بیس رکعت نماز تراویح پابندی کے ساتھ جماعت سے مسجد میں پڑھی۔

اس سے صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے یا اس وقت مسلک اہل حدیث نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلک اہل حدیث والے نہیں تھے ورنہ حضرت عمرؓ کو سمجھاتے کہ آپ تین طلاق کو تین ہی پڑجانے کا حکم کیوں جاری کرتے ہیں تین طلاق دینے پر ایک ہی طلاق ہمارے مسلک کے مطابق پڑتی ہے اور آپ تین طلاق کو تین ہی پڑجانے کا حکم کررہے ہیں یہ مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حدیث صاحبان کی بات نہیں مانتے تو یہ صاحبان اس زمانے کے مسلمانوں کو سمجھاتے کہ خلیفۂ دوم اس طلاق کے مسئلے میں لغزش کھارہے ہیں، آپ صاحبان کو طلاق کے مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید نہیں کرنی چاہیے لیکن اس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی نے مخالفت نہیں کی اور نہ ہی کسی نے اعتراض کیا بلکہ سب کے سب مسلمانوں نے تین طلاق ایک ساتھ دینے کو تین ہی مان لیا، اس سے معلوم ہوا کہ مسلک اہل حدیث والے صاحبان اس زمانے میں نہیں تھے بلکہ بعد میں پیدا ہوتے ہیں ورنہ اس تبلیغ کا فریضہ ضرور ادا کرتے۔

جماعت اہل حدیث والے صاحبان اس زمانے میں ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور سمجھاتے کہ آپ بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے کا حکم کیوں کررہے ہیں جب کہ آٹھ رکعت نماز تراویح ہمارے مسلک کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ثابت ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حدیث صاحبان کی بات نہیں مانتے تو یہ صاحبان اشتہار چھپواتے اور تمام مسلمانوں کو خبر کرتے کہ شریعت میں بیس رکعت نماز تراویح نہیں ہے بلکہ آٹھ رکعت نماز تراویح ثابت ہے۔ خلیفہ دوئم اس

معاملہ میں بھی لغزشیں کھارہے ہیں، یہ فریضہ تبلیغ اس وقت بھی کرتے لیکن یہ صاحبان جماعت اہل حدیث مسلک کو ماننے والے اس زمانے میں نہیں تھے یہ صاحبان بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور اپنا ایک مسلک الگ بنالیا ہے جو بعض باتوں میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی الگ ہیں۔

حدیث: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوتے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ حدیث ۱۵۴۲ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰۱ حدیث ۵۵۸۵ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۱۰۳ 〃 〃 〃

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ عظمت تھی کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، نبوت کا سلسلہ ختم ہے لیکن عظمت کا اندازہ لگائیے اس قدر عظمت ہونے کے باوجود اہل حدیث صاحبان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ اعتراض کرتے ہیں۔ یہ ہے ان کی حق پرستی اور شرافت کا ثبوت!

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اب اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر بن خطاب ہیں۔

حوالہ: ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ حدیث ۱۵۵۰ مناقب کے بیان میں

سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ محدث سے مراد فقیہ اور صاحب فراست ہے یعنی وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ بوجھ عطا کی ہو۔

یہ حدیثیں تو اہل حدیث صاحبان کو قبول ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل قبول نہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق بات رکھی ہے (یعنی حق تعالیٰ نے آپ کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے اور آپ کی جبلی خلقت حق نوازی بنادی ہے) حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں میں کوئی معاملہ پیش ہوا اس کے متعلق لوگوں نے کچھ کہا اور حضرت عمر رض نے بھی اس کے متعلق کچھ کہا (یعنی ایک رائے عام لوگوں نے قائم کی اور ایک رائے حضرت عمر رض نے دی) تو ضرور حضرت عمر رض کے ارشاد کے مطابق قرآن نازل ہوا، اس باب میں حضرت فضل بن عباس رض حضرت ابوذر رض اور حضرت ابوہریرہ رض سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حوالہ: ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ حدیث ۱۵۲۹ مناقب کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآن کریم نے بارہا تائید کی ہے جو حدیثوں میں موجود ہے لیکن اہل حدیث صاحبان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ محترم اہل حدیث صاحبان کس قسم کے اہل حدیث ہیں، حدیثوں کو مانتے نہیں اور نام رکھ لیا اپنا اہل حدیث!

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تم کسی راستے پر چلتے ہو تو شیطان تمھیں نہیں ملتا وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چل دیتا ہے۔ (مختصر)

حوالہ: (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۳ حدیث ۶۱۵ باب ۲۲۴ فضائل صحابہؓ کے بیان میں

(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۲۲۵ حدیث ۸۶۳ مناقب کے بیان میں

یہ طویل حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔ دوسری حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیطان اور جنات بھاگتے ہیں اور اہل حدیث صاحبان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھاگتے ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ میں (خواب کے اندر) ایک کنویں کے اوپر ہوں اس سے پانی نکال رہا تھا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے پاس آئے اور ابوبکرؓ نے ڈول لے لیا، انھوں نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کمزوری تھی اور اللہ انھیں معاف کرے پھر اس کو عمر بن خطابؓ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ سے لے لیا پھر وہ ڈول ان کے ہاتھ میں چرس بن گیا پس میں نے لوگوں میں سے کسی زور آور کو نہیں دیکھا کہ وہ ایسا کام کرتا ہو، چناں چہ انھوں نے پانی بھرا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۲۲۳ حدیث ۸۴۵ فضائل صحابہ کے بیان میں

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۳ حدیث ۶۱۳ باب ۲۲۴ ، ، ، ،

(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۱ حدیث ۵۷۵۳ مناقب کے بیان میں

(۴) مظاہر حق جلد ۲ ص ۔۔ ، ، ،

حدیث: حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس حال میں کہ میں سو رہا تھا لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان کے (جسم) پر کرتے تھے پس بعض کرتے تو پستان تک پہنچتے تھے اور بعض ان سے نیچے اور عمرؓ میرے سامنے

پیش کیے گئے اور ان (کے جسم) پر ایک کرتا تھا کہ وہ اس کو کھینچتے ہوئے چلتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی۔ آپؐ نے فرمایا کہ دین!

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۲۲۰ حدیث ۲۲ فضائل صحابہ کے بیان میں

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۳ حدیث ۱۱ باب ۲۲۲ 〃 〃 〃

(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰ حدیث ۵۰۵۱ مناقب کے بیان میں

(۴) مظاہر حق جلد ۴ ص ۹۹ 〃 〃 〃 〃

حدیث: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سو رہا تھا کہ (خواب میں) مجھ کو دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے دودھ میں سے کچھ پیا جس کا اثر میں نے اپنے ناخونوں تک محسوس کیا، پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن خطابؓ کو دے دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ اس خواب کی تعبیر آپؐ نے کیا لی۔ فرمایا۔ علم۔

حوالہ: (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۲ حدیث ۱۲ باب ۲۲۲ فضائل صحابہ کا بیان

(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۲۲۵ حدیث ۳۰ 〃 〃 〃

(۳) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۶ حدیث ۱۵۲۲ مناقب کے بیان میں

(۴) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰ حدیث ۵۰۵۲ 〃 〃 〃

(۵) مظاہر حق جلد ۴ ص ۹۹ 〃 〃 〃

انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی کے مانند ہوتا ہے، یہ حدیثیں ہیں اور بارش کی بوندوں کی طرح آپ صاحبان کے سامنے برسائی جارہی ہیں اور حوالے اسی قدر دیے جا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان ہو رہی ہے لیکن مسلک

اہل حدیث والے صاحبان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عملی زندگی کی تائید اور اتباع نہیں کرسکتے۔ خدا جانے یہ محترم کس قسم کے اہل حدیث ہیں حدیثوں کو مانتے نہیں اور نام اپنا رکھ لیا ہے اہل حدیث تعجب ہے!

حدیث: مسوّر بن مخرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ زخمی کیے گئے تو وہ رنجیدہ ہونے لگے۔ ان سے ابن عباسؓ نے کہا (اور گویا ابن عباسؓ انھیں بے صبر خیال کرتے تھے) کہ اگر یہ بات ہوئی (یعنی آپ کو موت آگئی تو کچھ غم نہیں کیوں کہ) آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور ان کا حق صحبت اچھا ادا کیا، پھر جب آپ جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے، پھر آپ نے ابو بکرؓ کی صحبت اٹھائی اور ان کا حق صحبت اچھا ادا کیا پھر آپ جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ بعد اس کے آپ نے ان کے صحابہؓ کی صحبت اٹھائی اور ان کا حق صحبت اچھا ادا کیا اور اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو وہ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کی رضامندی کا ذکر کیا تو یہ صرف اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا مگر یہ بے صبری جو تم مجھ میں دیکھ رہے ہو یہ تمھاری وجہ سے اور تمھارے اصحابؓ کی وجہ سے ہے (یعنی اس خوف سے کہ میرے بعد کہیں تم فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ) خدا کی قسم اگر میرے پاس دنیا بھر کا سونا ہوتا تو میں اس کو خدا کے عذاب کے فدیہ میں دے دیتا قبل اس کے کہ میں اس کو دیکھوں۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۱۲ حدیث ۸۱۵ فضائل صحابہ کا بیان
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹ حدیث ۵۶۶۵ مناقب کے بیان میں

(۳) مظاہر حق جلد ۔ صفحہ　　　مناقب کے بیان میں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خوش تھے اور اس زمانے کے مسلمان اور اس سے پہلے والے مسلمان اور بعد والے مسلمان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور آپ کے عمل سے الحمد للہ خوش ہیں، چاروں مسلک والے مسلمان خوش ہیں اور قیامت تک ہونے والے مسلمان انشاء اللہ تعالیٰ خوش رہیں گے لیکن مسلک اہل حدیث والے صاحبان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے خوش نہیں ہیں بلکہ ان محترم مسلک اہل حدیث والے صاحبان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عملی زندگی پر اعتراض ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان محترم اہل حدیث صاحبان کو کس قسم کا علم ہے اور یہ کس قسم کے اہل حدیث ہیں۔

دونوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور اتباع کا حکم

حدیث : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نہیں جانتا کہ کب تک میں تمھارے درمیان رہوں (گا) پس تم میرے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا اور متابعت کرو۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳ حدیث نمبر ۱۵۲۰ مناقب کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۹۰ حدیث نمبر ۵۱۱۰ 〃 〃 〃 〃

(۳) مظاہر حق جلد ۵ صفحہ ۹۰ 〃 〃 〃

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شاہی حکم ہے، کہ میری وفات کے بعد حضرت

ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اتباع کرو، یہ حکم ہونے کے باوجود اہل حدیث صاحبان ان بزرگوں کی اتباع نہیں کرتے۔ چاروں مسلک والے اس حدیث مبارک کو دل وجان سے مانتے ہیں اور ان بزرگوں کی اتباع کرنا فخر سمجھتے ہیں اور نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اہل حدیث صاحبان ان بزرگوں کی عملی زندگی پر اعتراض کرتے ہیں۔ اب اللہ کے واسطے کتاب پڑھنے والے میرے محسن صاحب آپ خود ہی انصاف کریں کہ حق پر کون ہے، چاروں مسلک والے حق پر ہیں یا مسلک اہل حدیث والے حق پر ہیں ؟

حدیث : حضرت انس رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تو سوائے ابوبکر رض اور عمر رض کے کوئی شخص سر کو نہیں اٹھا سکتا تھا یہ دونوں آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔

حوالہ : (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۱۵۲۵ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۹۵ حدیث ۵۷۷۱ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۱ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت عبداللہ بن حنطب رض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض وعمر رض کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں (مسلمانوں کے لیے) بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔

حوالہ : (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۶۳ حدیث ۱۵۲۸ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۹۵ حدیث ۵۷۷۳ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۱ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت ابوسعید خدری رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے دو وزیر آسمان کے اور دو وزیر زمین کے نہ ہوں، میرے دو آسمان کے جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین کے دو وزیر ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ حدیث ۱۵۳۶ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۵۶۰ حدیث ۵۷۴۳ " " "
(۳) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۴۱۰ " " "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں وزیروں کا عمل اہلِ حدیث صاحبان کو قابلِ قبول نہیں ہے، ان وزیروں کے مقابلے میں، عالموں کے فتوے قبول کرنے میں اہلِ حدیث صاحبان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بھائی میرے یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں عمرؓ کی نیکیاں اتنی ہی ہیں پھر میں نے پوچھا اور ابوبکرؓ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عمرؓ کی ساری زندگی کی نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۵۶۰ حدیث ۵۷۵۵ مناقب کے بیان میں
(۲) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۴۱۱ " " "

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (حجرہ سے) نکل کر مسجد میں آئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں سے ایک آپؐ کی داہنی طرف تھے اور ایک آپؐ

کی بائیں طرف ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے. حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن ہم (تینوں) اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۲۳ حدیث ۱۵۲۶ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰۵ حدیث ۵۷۴۲ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۳ ص ۳۹۱ 〃 〃 〃

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والوں میں سے ایک شخص تمہارے پاس آرہا ہے پس ابو بکرؓ آگئے۔ پھر فرمایا جنتیوں میں سے ایک اور شخص تمہارے پاس آرہا ہے تو حضرت عمرؓ آگئے۔ اس باب میں حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی روایت ہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۶۰ حدیث ۱۵۵۱ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰۵ حدیث ۵۷۴۶ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۳ ص ۱۱۱ 〃 〃 〃

حدیث: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکرؓ اور عمرؓ نبیوں اور رسولوں کو چھوڑ کر باقی تمام اگلے پچھلے بوڑھے جنتیوں کے سردار ہیں۔ اے علیؓ تم ان کو یہ بات نہ بتانا۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۶۳ حدیث ۱۵۲۳ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰۳ حدیث ۵۷۲۹ مناقب کے بیان میں
(۳) مظاہر حق جلد ۳ ص ۱۰۹ 〃 〃 〃

حدیث: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جنت میں) بلند درجے والوں کو نچلے درجے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم افقِ آسمان میں ابھرنے والے ستاروں کو دیکھتے ہو اور حضرت ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ انھیں میں سے ہیں، یہ دونوں اچھے ہیں۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۱۰ حدیث ۱۵۱۵ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰۳ حدیث ۵۷۶۸ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۲ ص ۹۰ 〃 〃 〃

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تائید میں جو حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوئی ہیں اس کے بارے میں ہم مسلک اہل حدیث والے صاحبان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ سب حدیثیں صحیح ہیں یا منسوخ ہو چکی ہیں؟ ان حدیثوں کے جو راوی ہیں وہ سب کے سب سچے ہیں یا معاذ اللہ کھوٹے ہیں ہم کو اللہ کے واسطے بتلانے کی مہربانی فرمائیں۔ چاروں مسلک والے صاحبان ان حدیثوں کو آمنّا وصدّقنا کہتے ہیں اور اسی وجہ سے چاروں مسلک والے ان دونوں بزرگوں کی اتباع کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

مسلک اہل حدیث والے صاحبان ان دونوں بزرگوں کی اتباع سے کیوں بھاگتے ہیں، وہ کون سی حدیثیں ہیں جو ان بزرگوں کی اتباع سے منع کرنے کی دلیل میں ہیں ان حدیثوں کے حوالے نمبر دینے کی مہربانی فرمائیں اور اگر آپ کے پاس حوالے نمبر نہیں ہیں تو آپ اپنی اصلاح کر لینے کی مہربانی فرمائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسلک اہل حدیث کی پانچ باتوں کے خلاف ہیں یا پھر مسلک اہل حدیث والے صاحبان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔

۱۔ تین طلاق کو ایک طلاق حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں مانا۔
۲۔ تین طلاق کو تین ہی مانو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا اس کو بحال رکھا اس کا رد نہیں کیا۔
۳۔ آٹھ رکعت تراویح کو منظور نہیں کیا۔
۴۔ بیس رکعت تراویح کو قبول کرلیا اور آپ کی خلافت میں اس پر عمل ہوتا رہا۔

یزید بن خصیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رمضان کی تراویح بیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور تقریباً دو دو سو آیات والی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں طویل قرأت کی وجہ سے اپنے عصا کا سہارا لے لیا کرتے تھے۔

حوالہ: کتاب السنن الکبریٰ (بیہقی) جلد ۲ ص ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ باب رمضان میں رکعت تراویح کا بیان

حضرت اسمٰعیل بن عبدالملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (جو مشہور تابعی ہیں) رمضان المبارک میں ہم کو تراویح میں قرآن پاک

قرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور قرات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق سنایا کرتے تھے اور پانچ ترویحہ (بیس رکعت) تراویح پڑھتے تھے۔

حوالہ: مصنف عبدالرزاق بن ہمام جلد ۴ صفحہ ۲۶۱ قیام رمضان کا بیان مطبوعہ بیروت

نافع بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ہم لوگوں کو بیس رکعت (نماز تراویح) پڑھاتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعت پڑھنی چاہیے

حسن بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو شہر مدینہ میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعت پڑھنی چاہیے

ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حارث رحمۃ اللہ علیہ رمضان کی رات میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے اور وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی پڑھنی چاہیے

حضرت داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں اور حضرت ابان بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ طیبہ کے اندر لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے دیکھا ہے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعت پڑھنی چاہیے

حضرت ابو بختری رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت)

اور تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعت پڑھنی چاہیے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو رمضان میں تیئیس رکعت تراویح وتر کے ساتھ پڑھتے دیکھا ہے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آج تک مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ میں اور ساری دنیا میں بیس رکعت نماز تراویح پر عمل ہو رہا ہے اور آٹھ رکعت کا کہیں پتہ نہیں چلتا، پھر بھی اہل حدیث صاحبان نہیں مانتے تو کوئی کیا کرسکتا ہے، انسان کے بس کی بات سمجھانا ہے ہدایت کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے۔

۵۔ پانچویں بات مسلک اہل حدیث کے خلاف جو ہے وہ جمعہ کی اذان ثانی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جمعہ کے دن خطبہ سے آدھ گھنٹہ پہلے اذان ثانی کی ابتدا کی جو آج بھی مدینہ طیبہ میں اور مکہ معظمہ میں ہو رہی ہے اور دنیا کی لاکھوں مسجدوں میں یہ اذان ثانی ہو رہی ہے، مسلک اہل حدیث صاحبان کو چھوڑ کر دنیا کے سب مسلمانوں نے اس اذان ثانی کو قبول کرلیا۔

یہ پانچ باتیں ہیں جو مسلک اہل حدیث کے خلاف ہیں تو گویا اس بات کو ماننا ہوگا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے اور اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم

جن میں عالم اور غیر عالم جتنے تھے سب کے سب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچوں باتوں میں تائید کی کسی نے مخالفت نہیں کی اور نہ کسی نے اعتراض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب صاحبان مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے یا اس وقت مسلک اہل حدیث نہیں تھا۔ پھر یہ مسلک کہاں سے آیا اور کس نے اس کی بنیاد ڈالی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلک اہل حدیث والے نہیں تھے ورنہ یہ صاحبان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی سمجھاتے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع نہ کریں، تین طلاق ایک ہی مجلس کی اس کو تین ہی نہ مانیں بلکہ تین کا ایک ہونے کا حکم دے دیں اور بیس رکعت نماز تراویح کو تسلیم نہ کریں بلکہ آٹھ رکعت نماز تراویح کا حکم دے دیں ورنہ مسلک اہل حدیث والوں کو آنے والے زمانے میں بڑی پریشانی ہوگی۔ مخلوق خدا آپ صاحبان کی اتباع کرے گی اور ہم کو جواب دینے میں بڑی دشواری ہوگی۔ اور آپ اذان ثانی کیوں ایجاد کر رہے ہیں۔ یہ اذان مسلک اہل حدیث کے بالکل خلاف ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان محترم اہل حدیث صاحبان کی بات نہیں مانتے تو یہ صاحبان عام مسلمانوں کو سمجھاتے یا اشتہار چھپواتے کہ خلیفہ سوئم شریعت میں اضافہ کر رہے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں ہے لیکن یہ محترم اہل حدیث صاحبان اس زمانے میں نہیں تھے ورنہ تبلیغ کا فریضہ ضرور ادا کرتے، یہ صاحبان بعد میں پیدا ہوتے ہیں اور اپنے آپ پر اہل حدیث ہونے کا ٹائٹل لگا لیا۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی حضور

نے فرمایا۔ عثمانؓ یہ جبریئل (موجود ہیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کے ساتھ تمہارا عقد مقرر فرمایا ہے اور حضرت رقیہؓ کے مہر کی طرح مہر مقرر فرمایا ہے۔

حوالہ: ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۹ حدیث ۱۱۰ فضائل صحابہ کے بیان میں

دنیائے عالم میں کوئی ایسا خوش نصیب انسان نظر نہیں آتا کہ جن کو ایک نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں بیاہی گئی ہوں اور وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تھا، جب وہ وفات پاگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اپنے دائیں یا بائیں پنڈلیاں کھولے لیٹے تھے، ابوبکرؓ نے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہے اور باتیں کرتے رہیں۔ پھر عمرؓ نے اجازت چاہی حضورؐ نے ان کو بھی اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہیں ان سے باتیں کرتے رہیں۔ پھر عثمانؓ نے اجازت چاہی حضورؐ ان کی آواز سن کر فوراً بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑوں کو درست کر لیا (یعنی پنڈلیوں کو ڈھانک لیا) عثمانؓ آئے اور حضورؐ سے باتیں کرتے رہیں۔ جب سب چلے گئے تو عائشہؓ نے عرض کیا۔ کیا بات ہے ابوبکرؓ آئے تو حضورؐ نے جنبش نہیں کی اور پھر عمرؓ آئے تو حضورؐ نے حرکت نہ کی اور پرواہ نہ کی۔ پھر عثمانؓ آئے تو آپ بیٹھ گئے اور کپڑے درست کر لیے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں اس شخص

سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

حوالہ: (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ حدیث ۶۱۹ باب ۲۳۵ فضائل صحابہ کا بیان
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰۵ حدیث ۵۸۰۰ مناقب کے بیان میں
(۳) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۴۲

حدیث: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر پیغمبر کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ حدیث ۱۵۵۵ مناقب کے بیان میں
(۲) ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۹ حدیث ۱۴۳ فضائل صحابہ کے بیان میں
(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰۶ حدیث ۵۸۰۹ مناقب کے بیان میں
(۴) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۱۱۲

حدیث: حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ جیش العسرہ کی مدد کے لیے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے پرجوش الفاظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے خدا کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان لشکر کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا اور امداد کی رغبت دلائی۔ عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سو اونٹ مع جملہ سامان کے خدا کی راہ میں نذر کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو سامان کی درستی و فراہمی کی طرف پھر توجہ اور رغبت دلائی اور عثمان نے پھر کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سو اونٹ مع

جھولوں اور کجاووں کے خدا کی راہ میں حاضر کروں گا۔ (یہ سب مل کر چھ سو اونٹ ہوئے) پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے، اب عثمان رضؓ کو وہ چیز نقصان نہ پہنچائے گی جو اس کے بعد کریں گے اب عثمان کو وہ عمل کوئی نقصان نہ پہنچائے گا جو اس کے بعد کریں گے (یعنی ان کی یہ نیکی آئندہ کی تمام برائیوں کا کفارہ ہوگی اور کوئی برائی ان کو ضرر نہ پہنچائے گی)۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صـ ۲۰۹ حدیث نمبر ۱۵۵۰ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صـ ۹۰۶ حدیث نمبر ۵۵۰۰ مناقب کے بیان میں
(۳) مظاہر حق جلد ۵ صـ ۳۳ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار دینار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ جیش العسرہ کی روانگی کا سامان ہو رہا تھا، آپ نے (اس رقم کو) حضورؐ کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ عثمان رضؓ جو کچھ آج کے بعد کریں گے وہ ان کو نقصان نہ دے گا۔ یہ آپؐ نے دو بار فرمایا۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صـ ۲۰۹ حدیث نمبر ۱۵۵۸ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صـ ۹۰۶ حدیث نمبر ۵۵۸۱ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۵ صـ ۱۳۳ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روز فرما رہے تھے کہ ایک فتنہ کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اتنے میں ایک شخص اپنے سر کو جھکاتے ہوئے گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا (یہ سن کر) میں دوڑا اور ان کے دونوں کندھوں پر جا کر ہاتھ رکھے تو (معلوم ہوا کہ) یہ حضرت عثمان ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ شخص ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں یہی ہیں۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۱۱ حدیث ۱۵۶۱ مناقب کے بیان میں

(۲) ابن ماجہ شریف ص ۲۹ حدیث ۱۱۵ فضائل صحابہ کے بیان میں

(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰ حدیث ۵۸۴۲ مناقب کے بیان میں

(۴) مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۱۵ 〃 〃 〃

خلیفۂ سوئم کی تائید میں آپ نے حدیثیں پڑھ لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا کہ فتنوں کے زمانے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہوں گے۔ اتنی تائید اتنا ثبوت ہونے کے باوجود مسلک اہل حدیث والے صاحبان کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی پر اعتراض ہے یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی تائید اور فضیلت

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابو بکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو۔ بعد اس کے ہم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے

ان میں باہم کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۵۲۹ حدیث ۸۸۶ مناقب کے بیان میں
(۲) ابوداؤد شریف جلد ۲ پارہ ۳۰ ص ۲۶۰ حدیث ۱۲۰۳ باب ۲۹۲ 〃 〃 〃
(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۸۹۵ حدیث ۵۶۲۹ 〃 〃 〃
(۴) مظاہر حق جلد ۵ ص ۹۲ 〃 〃 〃

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے پس ہم ابوبکرؓ کو ترجیح دیتے تھے پھر عمر بن خطابؓ کو پھر عثمان بن عفانؓ کو۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۵۲۹ حدیث ۸۳۵ فضائل صحابہ کا بیان
(۲) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۴۱ حدیث ۱۵۶۲ مناقب کے بیان میں
(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰۹ حدیث ۵۶۹۲ 〃 〃 〃
(۴) مظاہر حق جلد ۵ ص ۱۱۹ 〃 〃 〃

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد (نامی پہاڑ) پر چڑھے، آپؐ کے ہمراہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ بھی تھے پس وہ ہلنے لگا تو آپؐ نے فرمایا۔ ٹھہر جا اے احد! مجھے خیال ہے کہ آپؐ نے اسے اپنے پیر سے مارا، کیوں کہ تیرے اوپر ایک نبیؐ، ایک صدیقؓ اور دو شہید ہیں۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۵۲۰ حدیث ۸۵۵ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰۹ حدیث ۵۶۹۱ 〃 〃 〃
(۳) مظاہر حق جلد ۵ ص ۱۱۸ 〃 〃 〃

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ چلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک گھنے باغ میں داخل ہوئے وہاں اپنی حاجت پوری کی پھر مجھ سے فرمایا۔ ابوموسیٰ دروازے پر کھڑے رہو میرے پاس کوئی بغیر اجازت نہ آنے پاتے۔ اس کے بعد ایک شخص نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ کہا میں ابوبکرؓ ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرت ابوبکرؓ ہیں اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کو آنے دو اور ان کو بہشت کی خوش خبری دے دو۔ چنانچہ وہ اندر آگئے۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہے۔ کہا میں عمرؓ ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمرؓ ہیں اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوش خبری سنادو۔ حسب الارشاد میں نے دروازہ کھولا اور وہ اندر آئے تو میں نے جنت کی بشارت دی۔ اس کے بعد ایک شخص اور آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے۔ کہا میں عثمانؓ ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور جنت کی بشارت اور ایک مصیبت کی جس کا یہ شکار ہوں گے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۳ حدیث ۱۵۶۹ مناقب کے بیان میں

(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۲۲۱ حدیث ۸۸۲ 〃 〃 〃

(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۹۰۹ حدیث ۵۷۹۳ 〃 〃 〃

(۴) مظاہر حق جلد ۵ ص ۱۱۹ 〃 〃 〃

(۵) صحیح مسلم شریف جلد۲ ص۲۷۵ حدیث ص۲۷۵ باب ۲۳۵ فضائل صحابہ کے بیان میں

تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اور صحاح ستہ کی کتابوں کے حوالوں سے ثابت ہے مسلک اہل حدیث والے صاحبان ہم کو بتلائیں کہ کیا یہ واقعی تینوں جنت میں جائیں گے حالاں کہ ان تینوں کا عمل مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے پھر بھی جنت میں جائیں گے، آپ صاحبان بتلانے کی مہربانی فرمائیں۔

چاروں مسلک والوں کا یقین اور عقیدہ ہے کہ یہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یقیناً جنت میں جائیں گے اسی وجہ سے ہم چاروں مسلک والے ان کی اتباع کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان کیوں مخالفت کرتے ہیں۔ وہ ان حدیثوں کو کیوں نہیں مانتے۔ کیا مسلک اہل حدیث کے مطابق معاذ اللہ یہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین غلطی پر ہیں اس لیے اہل حدیث صاحبان ان بزرگوں کی اتباع نہیں کرتے تو پھر اہل حدیث مسلک کے مطابق ان بزرگوں کا جنت میں جانے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی معاذ اللہ جھوٹی ثابت ہوتی ہے۔ اللہ کی پناہ!

ایمانداری سے کوئی بتلائے کہ حدیثوں کو ماننے میں چاروں مسلک والے حق پر ہیں؟ یا مسلک اہل حدیث والے حق پر ہیں؟ اللہ کے واسطے کوئی انصاف کرے تو حق پر انشاء اللہ تعالیٰ چاروں مسلک والے ہی نظر آئیں گے۔ مسلک اہل حدیث والے نہیں۔ انھوں نے تو صرف نام اپنا رکھ لیا ہے۔ اہل حدیث!

حضرت علی رضی اللہ عنہ
مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ باتوں میں مسلک اہل حدیث کے خلاف ہیں یا پھر مسلک اہل حدیث والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہیں۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جمعہ کی نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے ایک اذان ثانی کی ابتدا ہوئی تھی اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحال رکھا۔ حالاں کہ یہ اذان مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔

۲۔ تین طلاق کو ایک ہی سمجھنا اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول نہیں کیا۔ حالاں کہ یہ مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔

۳۔ تین طلاق ایک مجلس کی تین ہی طلاق سمجھی جائیگی جس کا شاہی حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحال رکھا، حالاں کہ یہ مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔

۴۔ آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں پڑھی اور پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا، حالاں کہ یہ عمل مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔

۵۔ بیس رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں پڑھنے کا حکم جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا اس کو بحال رکھا اور اپنی طرف سے بیس رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں :

پڑھنے کا شاہی حکم دے دیا۔ حالاں کہ یہ عمل مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے
ان پانچ باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلک
اہل حدیث میں نہیں تھے یا اس وقت مسلک اہل حدیث نہیں تھا اور حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے
اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم جن میں عالم اور غیر عالم جتنے بھی تھے ان میں سے کسی نے
مخالفت نہیں کی بلکہ سب کے سب صاحبان نے تائید کی۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ سب کے سب صاحبان مسلک اہل حدیث میں نہیں تھے۔ یا اس
وقت مسلک اہل حدیث ہی نہیں تھا۔ مسلک اہل حدیث والے اپنے مسلک کی
ہجری تو بتائیں کہ کون سی ہجری میں یہ مسلک وجود میں آیا۔

بیس رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پورا مہینہ
پابندی کے ساتھ پڑھنا یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے شروع
ہوا اور حضرت علی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو رد نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے لیے دعائیں کرتے تھے اور اپنی طرف سے بیس رکعت نماز تراویح مسجد میں
جماعت سے رمضان المبارک میں پورا مہینہ پابندی کے ساتھ پڑھنے کا شاہی
حکم دے دیا، اب اس کو سنیے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ
دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا کہ انھوں نے
ہماری مسجد کو تراویح کی نماز سے منور کر دیا۔

حوالہ: حاشیہ موطا امام مالک ص۱۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو طلب فرمایا اور
حکم دیا کہ ان میں سے ایک، لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائے۔

حوالہ: کتاب السنن الکبریٰ (بیہقی) جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ باب رمضان میں رکعت تراویح کی تعداد کا بیان

منہاج السنہ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ مصر عرب

زید بن علی رض اپنے والد علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ اپنے والد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنے والد علی بن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا تھا جو ماہ رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھایا کرتا تھا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے اور ہر چار رکعت کے بعد وقفہ کرے تاکہ ضرورت والا اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے اور وضو کرنے والا وضو کر لے اور یہ بھی حکم دیا کہ تراویح کے بعد لوگوں کو وتر کی نماز پڑھائے۔

حوالہ: کتاب مسند امام زید صفحہ ۱۵۸ باب القیام فی شہر رمضان

شتیر بن شکل جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف داروں میں سے تھے رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حوالہ: السنن الکبریٰ (بیہقی) جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ باب رمضان میں رکعات تراویح کا بیان

حضرت ابوالحسنات کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ سے بیس رکعت نماز پڑھائے

حوالہ: السنن الکبریٰ (بیہقی) جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ باب رمضان میں رکعات تراویح کا بیان

سعید بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحہ (بیس رکعات نماز) تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے

حضرت ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ سے بیس رکعت نماز پڑھائے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے

شتیر بن شکل جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے طرف داروں میں سے تھے رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ کتاب الصلوٰۃ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے

ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو پانچ ترویحات میں بیس رکعات نماز پڑھائے۔

حوالہ: کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۰۹ حدیث ۲۳۴۷۴ مطبوعہ حلب

اب ایسی روایتیں جس میں ذکر ہو کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے یا بغیر جماعت کے پڑھی ہیں اور آپؐ کے بعد حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسی طرح پابندی کے ساتھ پڑھی ہیں اور الگ الگ راویوں سے روایت ہو اور اس میں بالکل صاف الفاظ ہوں جس طرح بیس رکعات کے الفاظ تراویح کے عنوان سے موجود ہیں تو برائے مہربانی وہ عبارتیں چاہے صحاح ستہ کی کتابوں سے ہوں یا غیر صحاح ستہ کی کتابوں سے ہوں ہمیں تحریر فرمائیں ہم آپ کا احسان مانیں گے۔

بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھنے کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل رہی ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے مل رہی ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت سے مل رہی ہے اور الگ الگ راویوں سے مل رہی ہیں اور آج بھی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ دونوں جگہ بیس رکعت تراویح تین وتر کے ساتھ پڑھی جا رہی ہے، اس پر عمل نہیں کرنا بلکہ الٹا اعتراض کرنا یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اسی تیئیس رکعت نماز تراویح مع تین وتر پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ آج تقریباً چودہ سو سال ہو چکے مدینہ طیبہ میں اور مکہ معظمہ میں اسی تیئیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پر مسلسل عمل ہو رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم یہ چاروں امام اور ان چاروں اماموں کے ماننے والے مسلمان کروڑوں کی تعداد میں مخلوق خدا سارے عالم میں وتر کو ملا کر تیئیس رکعت نماز تراویح پڑھ رہے ہیں اور اہل حدیث صاحبان جو تعداد میں گنے چنے ہیں وہ آٹھ رکعت تراویح پڑھ رہے ہیں اے کتاب پڑھنے والے محسن سیکے آپ ہی اللہ کے واسطے فیصلہ دیں کہ تراویح کے مسئلے میں حق بجانب کون ہے، چاروں مسلک والے حق پر ہیں یا مسلک اہل حدیث والے حق پر ہیں۔

تعجب اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھنے والوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے والوں پر اعتراض ہے اس اعتراض میں حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آجاتے ہیں اور مدینہ طیبہ والے اور مکہ مکرمہ والے بھی آجاتے ہیں اور جمہور

علمائے کرام اور کروڑوں مسلمان بھی آجاتے ہیں۔ میرے محترم کتاب پڑھنے والے ایمانداری سے بتا یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے۔؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلک اہل حدیث والے نہیں تھے ورنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھاتے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے نہیں پڑھی لہٰذا آپ اس کو پڑھنے کا حکم جاری کر دیں تاکہ ہماری لاج رہ جائے اور یہ بھی سمجھاتے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاق ایک ساتھ دینے کو تین ہی پڑ جانے کا حکم دیا ہے وہ ہمارے مسلک اہل حدیث کے مطابق غلط ہے۔ آپ اس تین طلاق کو ایک طلاق ہونے کا حکم جاری کر دیں تاکہ ہم کو جواب دینے میں سہولت رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کو بھی فسوخ کر کے آٹھ رکعت نماز تراویح کا حکم جاری کر دیں تاکہ ہمارے مسلک کی لاج رہ جائے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کر دیا ہے اس کو بھی رد کر دیں۔ یہ باتیں ہمارے مسلک اہل حدیث کے بالکل خلاف ہیں مگر اس زمانے میں یہ صاحبان نہیں تھے اگر ہوتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صاحبان کی بات نہیں مانتے تو یہ محترم اہل حدیث صاحبان عام مسلمانوں کو سمجھاتے اور اشتہار چھپواتے اور تبلیغ کا فریضہ ضرور ادا کرتے لیکن افسوس اس زمانے میں یہ صاحبان نہیں تھے بعد میں پیدا ہوئے اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے لگے اور بعض باتوں میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی عملی زندگی سے الگ چلنے لگے۔

حدیث : حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم میرے ساتھ اس درجے پر ہو جس درجے پر ہارون موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

حوالہ (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ ص ۲۳۵ حدیث ۹۹۵ فضائل صحابہ ۲ بیان

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۳۶ حدیث ۲۱ باب ۳۲۶ " " "

(۳) ابن ماجہ شریف ص ۵ حدیث ۱۱۹ " " "

(۴) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۷ حدیث ۱۵۸۶ مناقب کے بیان میں

(۵) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۰ حدیث ۵۶۹۵ " " "

(۶) مظاہر حق جلد ۵ ص ۱۲۰ " " "

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھلے ہارون علیہ السلام کی مانند مانتے ہوں لیکن اہل حدیث صاحبان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل قابل قبول نہیں۔

حدیث : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ حکمت کے گھر کا دروازہ ہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۴۵ حدیث ۱۵۰۰ مناقب کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۱ حدیث ۵۸۴۲ " "

(۳) مظاہر حق جلد ۵ ص ۱۳۳ " "

حدیث : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کے درمیان مواخات کرادی

(یعنی بھائی چارہ کرادیا دو دو صحابیوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا) اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آئے ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات قائم کرادی مگر میری کسی سے مواخات نہیں کرائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے دنیا اور آخرت میں بھائی ہو۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ حدیث نمبر ۱۵۰۲ مناقب کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۱۰ حدیث نمبر ۵۸۰۱ " " "

(۳) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ " " " "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف حدیثوں میں موجود ہے لیکن مسلک اہل حدیث والے صاحبان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کرنے کو تیار نہیں ہیں کہنے کو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت

حدیث: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا اور اپنے اونٹ پر سوار کرکے مجھ کو دار ہجرت لے آیا (یعنی مدینہ میں) میرا مصاحب رہا اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا اور خداوند تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے جو حق بات کہتا ہے اگرچہ وہ تلخ

ہوتی ہے۔ حق گوئی نے اس کو اس حال پر پہنچا دیا کہ اس کا کوئی دوست نہیں اور خداوند تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ علیؓ پر رحم فرمائے۔ اے اللہ حق کو علیؓ کے ساتھ کر دے یعنی جدھر علیؓ رہے ادھر ہی حق رہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۱۳ حدیث ۱۵۹۱ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۹۱۳ حدیث ۵۰۳۱ " " "
(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۳۰ " " "

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاروں خلفاؤں کے لیے دعا خیر کر رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ اے اللہ جدھر علیؓ ہو ادھر ہی حق ہو۔ لیکن اہل حدیث صاحبان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی حق نظر نہیں آتی اور کہنے کو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان کو چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عملی زندگی سے اتفاق نہیں ہے بلکہ اعتراض ہے۔

حدیث: عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حمیدؔ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ نے ایک جماعت میں مجھ سے حدیث بیان کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس آدمی جنت میں ہیں۔ ابوبکرؓ جنت میں ہیں اور حضرت عمرؓ جنت میں اور عثمانؓ علیؓ زبیرؓ طلحہؓ عبدالرحمٰنؓ ابو عبیدہؓ اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں۔ حمید راوی کہتے ہیں کہ سعید بن زیدؓ نو شخصوں کے نام گنا کر خاموش ہو گئے دسویں کا نام نہیں لیا۔ اس پر لوگوں نے کہا۔ ابوالاعور (یعنی سعید بن زید) ہم تمہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں بتاؤ دسواں کون ہے (حضرت سعید بن زید نے) فرمایا

تم نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے تو سن لو کہ (ابوالاعور بھی جنت میں ہے یعنی دسواں میں ہوں)۔ مختصر۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ حدیث ۱۶۰۳ مناقب کے بیان میں

(۲) ابوداؤد شریف جلد ۳ پارہ ۲۹ صفحہ ۲۶۹ حدیث ۱۲۲۳ باب ۲۹۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جیتے جی جنت کی بشارت دی ہے جن میں چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین موجود ہیں پہلے ان ہی کا نام ہے بعد میں دوسرے صحابۂ کرام کا نام آیا ہے۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی کی ایک مُد کے برابر یا نصف کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۲۲۳ حدیث ۵۶۳ فضائل صحابہ کا بیان

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۱۱۳ حدیث ۵۳۵ باب ۳۶۹ 〃 〃

(۳) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ حدیث ۱۸۱۹ مناقب کے بیان میں

(۴) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۵۹۵ حدیث ۵۸۲۳ 〃 〃 〃

(۵) مظاہر حق جلد ۵ صفحہ ۳۶ 〃 〃 〃

ابوداؤد شریف جلد ۳ پارہ ۲۹ صفحہ ۳۷۰ حدیث ۱۲۲۵ کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک ہزار برس تک بھی اگر اعمال صالح کیا کرے تو اس کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ صحابی کے برابر نہ ہوگا۔ یہ بات اکثر علمائے امت کے نزدیک مسلم ہے کہ ولی کیسا ہی بڑے درجے کا ہو مگر صحابی نہ ہو تو ادنیٰ صحابی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اسلام کے اندر جو فضیلت حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں ہے۔ ان چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو قرب حاصل تھا وہ دوسروں کو نہیں تھا۔ ان صاحبان نے جانی اور مالی جو قربانی دی ہے وہ دوسروں نے کم دی ہوگی۔ یہ صاحبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کو جتنا سمجھے ہیں اتنا دوسرے صاحبان نہیں سمجھ سکتے۔

اب تعجب اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی عملی زندگی پر مسلک اہل حدیث والے صاحبان کو اعتراض ہے تو پھر حنفیہ پر اعتراض کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

کیا اہل حدیث صاحبان علمی میدان میں اور عملی زندگی میں اور حدیثوں کو سمجھنے میں معاذ اللہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی آگے ہیں۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع کی تاکید

حدیث: عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف پائے گا۔ پس نئی باتوں سے بچتے رہنا کیوں کہ یہی گمراہی ہے تو تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنتوں کو مضبوط پکڑ لے۔ لوگو! اس سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ (مختصر)

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۱ حدیث ۵۲۵ ابواب العلم

(۲) ابوداؤد شریف جلد ۲ پارہ ۲۹ ص ۳۵۰ حدیث ۱۱۹۹ باب ۲۹۲

(۳) ابن ماجہ شریف ص ۳۹ حدیث ۴۲ خلفائے راشدین کی پیروی کا بیان

(۴) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۱۱۹ حدیث ۱۵۷ کتاب السنۃ

(۵) دارمی شریف ص ۳۲ حدیث ۹۴ باب ۱۶

(۶) مظاہر حق جلد ۱ ص ۲۲ کتاب الایمان

چھ کتابوں کے حوالے ہیں جن میں تین کتابیں صحاح ستہ کی ہیں اس حدیث مبارک میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا لفظ ہے اور ان کی سنتوں کو دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کون ہیں اور کس کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کہا گیا ہے اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں سمجھے جائیں گے یا کوئی اور سمجھا جائے گا۔ آخر کس کی سنت پر عمل کریں، وہ کون خلفائے راشدین ہیں جن کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اہل حدیث صاحبان ان کے نام بتانے کی مہربانی فرمائیں تاکہ ہم گمراہی سے بچ جائیں، آپ کا بڑا احسان مانا جائے گا اور اگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے یہی خلفاء مراد ہیں تو آپ اپنی اصلاح کرلیں اور ضد کو چھوڑ دیں۔

چاروں مسلک والوں کے نزدیک خلفائے راشدین سے حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مراد ہیں اور یہی لوگ ان کی سنتوں کو دانتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔

چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں نہیں پڑھی تو چاروں مسلک والے آٹھ رکعت

نماز تراویح نہیں پڑھتے ہیں۔ اس سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی طلاق مانو۔ اس کا شاہی حکم کر دیا۔ چاروں مسلک والے اس سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت وتر رمضان المبارک میں جماعت سے مسجد میں پورا مہینہ پابندی کے ساتھ پڑھنے کا حکم کر دیا۔ چاروں مسلک والے اس سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں جمعہ کے دن ایک اذان ثانی کا اضافہ کر دیا۔ چاروں مسلک والے اس سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت وتر مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پڑھنے کا شاہی حکم کر دیا۔ چاروں مسلک والے اس سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔

اہل حدیث صاحبان کس کی سنتوں کو دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں آپ صاحبوں کے نزدیک خلفائے راشدین سے کون کون صحابۂ کرام مراد ہیں ان کے نام بتانے کی مہربانی فرمائیں۔ اللہ کے واسطے جو صاحبان صاحب عقل ہیں، صاحب سمجھ ہیں، صاحب علم ہیں اور صاحب ایمان ہیں وہ ہم کو بتائیں کہ اس حدیث پر عمل کس کا ہے۔ تقلید والوں کا یا غیر مقلدین کا۔

حدیث : حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوئے اور میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے جو سب دوزخی ہوں گے علاوہ ایک فرقے کے وہ جنتی ہوگا اور وہ اہل سنت والجماعت ہے۔

حوالہ : ابن ماجہ شریف ص ۲۹۵ حدیث ۹۸۱ مختلف فرقوں کا بیان

حدیث : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر ایک ایسا ہی زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا بالکل درست اور ٹھیک جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے (مطلب یہ ہے کہ جو گمراہیاں اور خرابیاں یہودیوں میں ہوئی ہیں وہی میری امت میں بھی ہوں گی اور مسلمان ان کے قدم بقدم چلیں گے چنانچہ دیکھ لیجیے کہ جو خرابیاں یہودیوں میں تھیں وہ سب مسلمانوں میں موجود ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ) اور بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں بٹ گئی تھی اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب دوزخ میں جائیں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنتی فرقہ کون سا ہوگا۔ آپ نے فرمایا وہی جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ

حوالہ : (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۱۰۲ حدیث ۵۰۱ ابواب الایمان

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۱۱ حدیث ۱۶۲ سنتوں کا بیان

(۳) مظاہر حق جلد ۱ ص ۹۰ کتاب الایمان

اس حدیث میں ایک فرقے کو جنتی بتایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا گیا کہ وہ جنتی فرقہ کون ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔

اس میں دو باتیں ہیں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے جس کو سنت کہا گیا ہے اور دوسری صحابۂ کرام رضہ کی اتباع کرنے والے جنتی ہیں جس کو والجماعت کہا گیا ہے اور اسی کو سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں صحابی کا لفظ ہے اور ان کی اتباع کرنے والوں کو جنتی بتایا گیا ہے اور اصحاب میں سے حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اوّلین درجہ رکھتے ہیں۔

اہل حدیث صاحبان سے ہمارا سوال ہے کہ صحابی کے لفظ میں چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی گنتی ہوسکتی ہے یا نہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گنتی ہوگی یا نہیں بتانے کی مہربانی فرمائیں اگر ان بزرگوں کی اس حدیث مبارک میں گنتی ہے تو پھر ان کی اتباع کیوں نہیں کی جاتی اور اتباع کرنے والوں کو حقیر کیوں سمجھا جارہا ہے اور طنز کیوں کیا جاتا ہے اور کفر کے فتوے کیوں لگائے جاتے ہیں۔ اور اگر ان بزرگوں کی معاذ اللہ اس حدیث مبارک میں گنتی نہیں ہے تو پھر وہ کون سے صحابۂ کرام رضہ ہیں جن کی اتباع کرنے سے ہمارا شمار والجماعت میں آسکتا ہے ان کے نام بتانے کی مہربانی فرمائیں تاکہ ہم گمراہی سے بچ جائیں یا پھر آپ اپنی اصلاح کرلیں۔

حدیث : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف کی بابت دریافت کیا (یعنی کہ ان کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوگا اس

میں کیا مصلحت ہے) خداوند تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ اے محمد!
(صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے اصحاب میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر
ستارے بعض ان میں قوی ہیں یعنی ان میں زیادہ روشنی ہے بعض ایسے ہیں
کہ ان میں روشنی کم ہے لیکن بہرحال سب روشن ہیں پس جس شخص نے ان
کے اختلاف میں سے کچھ لیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جن کی بھی اقتدار
کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

حوالہ (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰ حدیث ۵۹۲۲ مناقب کے بیان میں
(۲) مظاہر حق ترجمہ جلد ۲ صفحہ ۹ " " " "

اس حدیث مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت
عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی گنتی ہے یا نہیں۔ اس حدیث مبارک
میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانے جائیں گے یا نہیں۔ اللہ کے
واسطے ہم کو اہل حدیث صاحبان سمجھائیں اگر یہ صاحبان معاذاللہ اس حدیث
میں نہیں ہیں تو پھر کن کن صحابہ کرامؓ کی اس حدیث مبارک میں گنتی ہو سکتی ہے
اور کون کون صحابہ کرامؓ معاذاللہ اس حدیث سے خارج ہیں ان کے نام تفصیل
سے بیان کرنے کی مہربانی فرمائیں یا پھر توبہ کر لیں۔

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور جماعت پر اللہ کا

ہاتھ ہے جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ کی طرف الگ ہوا۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳ حدیث ۳۲ فتنوں کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۳۰ حدیث ۱۶۳ سنتوں کے بیان میں

(۳) مظاہر حق جلد ۱ ص ۳

یہ کون سی جماعت ہے جس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی گنتی ہو گی یا نہیں اگر ان صاحبان کی اس جماعت میں گنتی ہے تو پھر ان بزرگوں کی اتباع سے احتراز کیوں ہے اور ان بزرگوں کی اتباع کرنے والوں پر نکتہ چینی کیوں کی جاتی ہے ان کو حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے اگر معاذ اللہ یہ بزرگ اس جماعت میں شامل نہیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے تو پھر وہ کون سی جماعت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ آپ اہل حدیث صاحبان کس جماعت کی اتباع کر رہے ہیں ان کے نام بتانے کی مہربانی فرمائیں تاکہ ہم گمراہی سے بچ جائیں یا پھر آپ توبہ کر لیں۔

جماعت کثیر کی اتباع کرو

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کثیر کی اتباع کرو پس جو شخص جماعت سے الگ ہوا اس کو آگ میں تنہا ڈالا جائے گا۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۳۰ حدیث ۱۶۳ سنتوں کا بیان

(۲) مظاہر حق جلد ۱ ص ۳

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میری تمام امت گمراہ نہ ہوگی اگر تم کو میری امت میں اختلاف نظر آئے تو بڑی جماعت کی پیروی کرنا۔

حوالہ: ابن ماجہ شریف ص۲۸۹ حدیث ۳۹۵۰ فتنے کے بیان میں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو سالہ خلافت میں کسی نے آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے نہیں پڑھی اور بذات خود بھی نہیں پڑھی اس کے بعد کسی خلیفہ نے آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے نہیں پڑھی یہ سب کے سب صاحبان جماعت کثیر میں مانے جائیں گے یا نہیں اگر یہ صاحبان بڑی جماعت میں مانے جا سکتے ہیں تو پھر ان صاحبان نے جب آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں نہیں پڑھی تو پھر اہل حدیث صاحبان آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے کیوں پڑھتے ہیں یہ کون سی جماعت کثیر ہے جن کی اہل حدیث صاحبان اتباع کرتے ہیں۔ چاروں مسلک والے آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے نہیں پڑھتے ہیں اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین والی جماعت کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ صاحبان حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین والی جماعت میں سمجھے جائیں گے یا نہیں آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے نہیں پڑھنے والوں پر اعتراض کیوں ہوتا ہے۔ اگر اہل حدیث صاحبان کا یہ اعتراض صحیح ہے تو پھر مسلک والوں ہی پر اعتراض کیوں ہے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین پر اور اس زمانے کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتراض کیوں نہیں کرتے اگر وہ صاحبان معاذ اللہ غلطی پر تھے تو ہم بھی غلطی پر ہیں اور اگر وہ صاحبان ماشاء اللہ صحیح ہیں تو ہم بھی صحیح طریقے پر ہیں پھر اعتراض کرنا، اشتہار بازی کرنا مناظرے اور مباہلے کا چیلنج کرنا ضد اور جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں تین طلاق ایک ساتھ دینے کو تین ہی طلاق ملنے جانے کا شاہی حکم کر دیا اور اس زمانے کے تمام مسلمانوں نے آپ کی تائید کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ یہ صاحبان جماعت کثیر میں مانے جائیں گے یا نہیں، چاروں مسلک والے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی جماعت کی اتباع کر رہے ہیں جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں یہ صاحبان بڑی جماعت میں سمجھے جائیں گے یا نہیں اگر معاذ اللہ یہ جماعت جماعت کثیر میں نہیں مانی جائے گی تو فی الحال اس زمانے میں دوسری کون سی بڑی جماعت ہے یا تھی جن کی اہل حدیث صاحبان پیروی کر رہے ہیں، ان کے نام بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جمعہ کے دن ایک اذان ثانی کا اضافہ کر دیا گیا اور اس زمانے کے تمام مسلمانوں نے اس کی تائید کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ اس زمانے میں بھی یہ اذان ثانی ہوتی رہی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ایک کے بعد ایک نے عرب کی سرزمین پر بادشاہت کی لیکن کسی نے اذان ثانی کی مخالفت نہیں کی بلکہ سبھوں نے تائید کی اور آج بھی وہ اذان ثانی مدینہ طیبہ میں اور مکہ معظمہ میں ہو رہی ہے اور دنیائے عالم کی تمام مسجدوں میں یہ اذان ثانی ہو رہی ہے یہ سب صاحبان بڑی جماعت میں سمجھے جائیں گے یا نہیں۔ چاروں مسلک والے اسی جماعت کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ سب صاحبان جماعت کثیر میں مانے جائیں گے یا نہیں اگر معاذ اللہ یہ سب کے سب مسلمان بڑی جماعت میں نہیں ہیں تو پھر دوسری کون سی بڑی

جماعت ہے جن کی اتباع اہل حدیث صاحبان کر رہے ہیں اس کا نام بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں آپ نے بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر جماعت سے مسجد میں پڑھنے کا شاہی حکم دے دیا۔ بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر مسجد میں جماعت سے پڑھنے کا سلسلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلا اور یہی سلسلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رہا اور اس زمانے کے تمام مسلمانوں نے اس کی تائید کی۔ کسی نے مخالفت نہیں کی اور آج تک جتنے بادشاہ عرب کی سرزمین پر ہوئے ان میں سے کسی نے بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھنے سے انکار نہیں کیا اور آج بھی مدینہ طیبہ میں اور مکہ معظمہ میں بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت وتر جماعت سے رمضان المبارک میں ہر ایک مسجد میں پڑھی جارہی ہے، یہ سب صاحبان بڑی جماعت میں سمجھے جائیں گے یا نہیں۔ چاروں مسلک والے مسلمان جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں وہ حضرت عمر، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے کے مسلمانوں کی اتباع کر رہے ہیں۔ یہ صاحبان جماعت کثیر میں مانے جائیں گے یا نہیں۔ اگر حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور اس زمانے کے تمام مسلمان جو آج تک بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھنے والے ہیں وہ بڑی جماعت میں معاذ اللہ نہیں مانے جائیں گے تو پھر دوسری کون سی بڑی جماعت ہے یا تھی جنھوں نے آٹھ رکعت نماز تراویح جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کیا جن کی اہل حدیث صاحبان اتباع کر رہے ہیں اس جماعت کا یا جماعت والوں کے نام بتانے کی مہربانی فرمائیں اور

اگر آپ کے پاس نام نہیں ہیں تو توبہ کر کے بڑی جماعت میں آجانے کی مہربانی فرمائیں تاکہ ضد کی جنگ ختم ہو جائے۔

چاروں مسلک والے مسلمان جو کروڑوں کی گنتی میں موجود ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی اتباع کر رہے ہیں، یہ صاحبان جماعت کثیر میں سمجھے جائیں گے یا مسلک اہل حدیث والے جو دنیا میں گنے چنے ہیں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی عملی زندگی سے الگ چل رہے ہیں اور اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے ہیں۔ ان مسائل میں چاروں مسلک والے حق پر ہیں اور اہل حدیث صاحبان نہیں ہیں۔

چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی تصدیق اور تائید فضیلت اور اتباع میں ابھی تک آپ صاحبان کو بارش کی بوندوں کی طرح حدیثیں سنائی گئیں، اب انشاء اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو بھی سن لیجیے۔

اختلافی مسائل میں قرآن کریم کا حکم

قرآن کریم کے پانچویں پارے میں سورۃ نساء کے آٹھویں رکوع میں آیت نمبر ۵۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی، پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف پڑے تو اس کو اللہ اور رسول کے حوالے کر دیا کرو اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ کام بھی اچھا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عزوجل کا حکم ہو رہا ہے کہ لوگ جس مسئلے میں اختلاف کریں خواہ وہ مسئلہ اصول دین کے متعلق ہو خواہ فروع

دین کے متعلق، اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب وسنت کو حاکم مان لیا جائے جو اس میں ہو قبول کر لیا جائے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ ص۵۹ سورہ نساء کے آٹھویں رکوع کی تفسیر میں

پھر آگے ارشاد ہے کہ اگر تم خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یعنی اگر تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو جس مسئلے کا تمہیں علم نہ ہو جس مسئلے میں اختلاف ہو جس امر میں جدا جدا رائیں ہوں ان سب کا فیصلہ کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرو جو ان دونوں میں ہو مان لیا کرو۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص اختلافی مسائل کا تصفیہ کتاب وسنت کی طرف نہ لے جائے وہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جھگڑوں میں اور اختلافات میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فیصلہ لانا اور ان کی طرف رجوع کرنا (اور ان کے حکم کو مان لینا) یہی بہتر ہے اور یہی نیک انجام خوش آئندہ ہے اور یہی اچھے بدلے دلانے والا کام ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ ص۵۹ سورہ نساء کے آٹھویں رکوع کی تفسیر میں

اختلافی مسائل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے کا اور اس کو مان لینے کا حکم قرآن کریم کر رہا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا بتلایا جا رہا ہے۔

جن جن مسائل میں ہمارا اور مسالک اہل حدیث صاحبان کا اختلاف چل رہا ہے اور جس کا بیان اس کتاب میں کیا جا رہا ہے اس میں الحمد للہ ہم قرآن پاک اور حدیث مبارک سے سمجھاتے چلے آ رہے ہیں۔

مولویوں کے فتووں کو ہم نے اپنی کتاب میں ابھی تک نہیں لیا ہے کیونکہ

ہمارے محترم اہل حدیث صاحبان قرآن اور حدیث ہی کو مانتے ہیں یہ ان کا دعویٰ ہے اس لیے ہم ان کو قرآن و حدیث ہی سے سمجھانا چاہتے ہیں۔

محترم اہل حدیث صاحبان کو بھی چاہیے کہ وہ ہم کو قرآن اور حدیث مبارکہ سے ہی سمجھائیں مولویوں کے فتووں سے نہ سمجھائیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لینے والوں کے لیے دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت کا انجام بھی اچھا ہے۔

قرآن کریم کے پانچویں پارے میں سورۂ نساء کے نویں رکوع میں آیت نمبر ۶۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ : اور جو بھی خدا کی اور رسول کی فرماں برداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ بہترین رفیق ہیں یہ فضل خدا کی طرف سے ہے اور اللہ بس ہے جاننے والا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرے اور منع کردہ کاموں سے باز رہے اسے اللہ تعالیٰ عزت کے گھر میں لے جائے گا اور نبیوں کا رفیق بنائے گا اور صدیقوں کا جو مرتبے میں نبیوں کے بعد ہیں، پھر شہیدوں کا پھر تمام مومنوں کا جنھیں صالح کہا جاتا ہے جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے خیال تو کرو یہ کیسے پاکیزہ اور بہترین رفیق ہیں۔

حوالہ : تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ صفحہ ۹۵ سورۂ نساء کے نویں رکوع کی تفسیر میں

ابن مردویہ میں ہے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اپنی جان سے اپنے اہل و عیال سے اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہوں میں گھر میں ہوتا

ہوں لیکن شوق زیارت مجھے بے قرار کر دیتا ہے صبر نہیں ہو سکتا، دوڑتا
بھاگتا آتا ہوں اور دیدار کر کے چلا جاتا ہوں لیکن جب مجھے آپ کی اور اپنی
موت یاد آتی ہے اور اس کا یقین ہے کہ آپ جنت میں نبیوں کے ساتھ بڑے
اونچے درجے پر ہوں گے تو ڈر لگتا ہے کہ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
دیدار مبارک سے محروم ہو جاؤں گا۔ آپؐ نے تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن یہ آیت
کریمہ نازل ہوئی۔

حوالہ، تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ صفحہ ۶ سورۂ نساء کے نویں رکوع کی تفسیر میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک روز مسجد سے نکل رہے تھے مسجد کے دروازے پر ایک شخص ملا اور یہ
سوال کیا کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے
قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے جو اس کے آنے کی جلدی کر رہے ہو، یہ بات
سن کر وہ شخص دل میں کچھ شرمندہ ہوا اور پھر عرض کیا کہ میں نے قیامت کے لیے
بہت نماز روزے اور صدقات تو جمع نہیں کیے مگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ
سے محبت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو سن لو کہ تم قیامت میں
اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ ہم یہ جملہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اتنے خوش ہوئے کہ اسلام
لانے کے بعد اس سے زیادہ خوشی کبھی نہ ہوئی تھی اور نہ اس کے بعد۔ حضرت انسؓ
نے فرمایا کہ الحمد للہ میں اللہ سے اس کے رسولؐ سے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ سے
محبت رکھتا ہوں، اس لیے اس کا امیدوار ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا۔

حوالہ، معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۶۴

مومنوں کی جماعت سے الگ چلنے والوں پر وعید

قرآن کریم کے پانچویں پارے میں سورۂ نساء کے سترہویں رکوع میں آیت نمبر ۱۱۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ترجمہ: ہدایت معلوم ہوجانے کے بعد جو انسان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مومنوں کی جماعت سے علیحدہ چلے تو ہم اس کو ادھر ہی جانے دیتے ہیں جدھر وہ جارہا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

جو شخص بھی شریعت سے علیحدہ چلے شرع کا حکم ایک طرف ہو اور اس کے چلنے کا رخ دوسری طرف ہو، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی مخالفت کرے اور مومنوں کی جماعت سے علیحدہ چلے تو ہم اس کو ادھر ہی جانے دیتے ہیں جدھر وہ جارہا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۵ صفحہ ۱۰۱ سورۂ نساء کے سترہویں رکوع کی تفسیر میں

اس آیت میں دو چیزوں کو جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے۔ ایک مخالفت رسولؐ اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفت رسولؐ کفر اور وبال عظیم ہے۔ دوسرے جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہوجائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۳

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے تو آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کو علماء کے سامنے بیان کیا تو سب نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجت پر یہ دلیل کافی ہے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۲

اس آیت کریمہ سے پہلے آپ حدیث پڑھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اختلاف کے وقت بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ جو جماعت کثیر ہو اس کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ قرآن کریم کی آیت ہے جو اجماع امت پر دلیل کے لیے حجت پوری کرتی ہے یعنی اجماع امت جماعت کثیر کی اتباع کرو قرآن حدیث کی تائید کررہا ہے اور حدیث قرآن کی تائید کررہی ہے۔

آٹھ رکعت نماز تراویح مسجد میں جماعت سے رمضان المبارک میں پورا مہینہ پڑھنے والی جماعت کثیر اور اس پر اجماع امت دنیا میں نہیں ہے پہلے بھی نہیں تھی اور آج بھی نہیں ہے پھر بھی آٹھ رکعت نماز تراویح پر چپکے رہنا اور اس کے لیے اشتہار بازی کرنا اور انعامات کا اعلان کرنا یہ شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔

الحمدللہ بیس رکعت نماز تراویح جماعت سے مسجد میں پڑھنے والوں کی جماعت کثیر اور اجماع امت آپ کو ہر زمانے میں ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت نماز تراویح پر جماعت کثیر نے عمل کیا جو اجماع امت کی دلیل پوری کرتا ہے۔ یہی حال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھا اور یہی حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھا اور آج دنیا کے کونے کونے میں کروڑوں کی تعداد میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے

والے موجود ہیں جو جماعت کثیرہ اور اجماع امت کے دلائل ہیں پھر بھی بیس رکعت نماز تراویح کو قبول نہ کرنا بلکہ مخالفت کرنا یہ ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

تین طلاق کو ایک ہی طلاق ماننے والوں کی آپ کو جماعت کثیرہ اور اجماع امت نہیں ملے گا اور تین طلاق ایک ہی مجلس کی اس کو تین ہی طلاق ماننے والوں کی الحمد للہ جماعت کثیرہ اور اجماع امت دنیا میں موجود ہے۔ اب آپ ہی بتائیں حق پر کون ہیں ؟

جمعہ کی اذان ثانی کو نہیں ماننے والے دنیا میں گنے چنے ہیں اور جمعہ کی اذان ثانی کو ماننے والوں کی جماعت کثیرہ اور اجماع امت دنیا میں موجود ہے۔

ان مسائلوں میں جماعت کثیرہ اور اجماع امت میں الحمد للہ چاروں مسلک والے حق پر ہیں اور اہل حدیث صاحبان جماعت کثیرہ اور اجماع امت سے ان مسئلوں میں ہٹ چکے ہیں۔

جو آیت کریمہ اوپر بیان ہوئی اس میں مومنوں کی جماعت کا ذکر ہے اور اس جماعت سے علیحدہ چلنے والوں پر جہنم کی وعید ہے۔ اہل حدیث صاحبان اللہ کے واسطے ہم کو سمجھائیں کہ اس مومن جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عمر فاروق ، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی گنتی ہے یا نہیں۔ اگر اس آیت کریمہ میں یہ حضرات مانے جاسکتے ہیں تو پھر ان بزرگوں کی اتباع کیوں نہیں کی جاتی اور اتباع کرنے والوں پر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے اور کفر کے فتوے کیوں لگائے جاتے ہیں اور اگر ان بزرگوں کی اس آیت کریمہ میں معاذ اللہ گنتی نہیں ہے تو پھر وہ کون سی مومنوں کی جماعت ہے جس کا قرآن کریم ذکر کر رہا ہے اور ان کے طریقے کے خلاف چلنے والوں پر جہنم

کی خبر دی جا رہی ہے آخر وہ کون بزرگ ہستیاں ہیں جن کی اتباع کرنے سے ہم جہنم کے عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان سے ہماری عاجزانہ التجا ہے کہ اللہ کے واسطے ان بزرگوں کے نام شائع کرنے کی مہربانی فرمائیں تاکہ ہم ان بزرگوں کی اتباع کریں اور جہنم سے بچ جائیں۔

مہاجرین اور انصار کی فضیلت اور ان کی اتباع کرنے والوں کے لیے نجات کا اعلان

قرآن کریم کے گیارہویں پارے میں سورۃ توبہ کے تیرہویں رکوع میں آیت نمبر ۱۰۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: وہ مہاجرین اور انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں پہل کی (اور بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کریں گے اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

صحابۂ کرام میں بھی اوّل دو درجے قائم کیے گئے ہیں، ایک مہاجرین جنہوں نے سب سے پہلے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی قربانیاں پیش کیں اور اسلام کے لیے بڑے مصائب جھیلے بالآخر مال وجائداد وطن اور تمام خویش واقربا کو خیرباد کہہ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ دوسرے انصار مدینہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آنے والے مہاجرین حضرات کو بلا کر دنیا کو اپنا مخالف بنایا اور ان حضرات

کی ایسی میزبانی کی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ ان دونوں طبقوں کے بعد تیسرا درجہ ان مسلمانوں کا قرار دیا جو حضرات صحابۂ کرام کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور ان کے نقش قدم پر چلے جس میں قیامت تک آنے والے سب مسلمان شریک ہیں۔

حَوَالَہ : معارف القرآن جلد ۸ ص ۳۶۱

مہاجرین کا پہلا وصف یہ بیان فرمایا کہ ان کو ان کے وطن اور مال و جائداد سے نکال دیا گیا یعنی کفار مکہ نے صرف اس جرم میں کہ یہ لوگ مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و مددگار ہو گئے تھے ان پر طرح طرح کے مظالم کیے یہاں تک کہ وہ اپنا وطن اور مال و جائداد چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بعض لوگ بھوک سے مجبور ہو کر پیٹ کو پتھر باندھ لیتے تھے اور بعض لوگ سردی کا سامان نہ ہونے کے سبب زمین میں گڑھا کھود کر اس میں سردی سے بچتے تھے، یہ سب کام انھوں نے اس لیے اختیار کیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کریں، اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد ہے۔ جس میں انھوں نے حیرت انگیز قربانیاں پیش کیں۔

حَوَالَہ : معارف القرآن جلد ۸ ص ۳۶۲

دوسری صفت حضرات انصار کی اس آیت میں جو سورۂ حشر آیت نمبر ۹ میں بیان کی گئی ہے یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ یعنی یہ حضرات ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے شہر میں چلے آئے ہیں جو عام دنیا کے انسانوں کے مزاج کے خلاف ہے ایسے اجڑے ہوئے خستہ حال لوگوں کو اپنی بستی میں جگہ دینا کون پسند کرتا ہے، ہر جگہ ملکی اور غیر ملکی کے سوالات کھڑے ہوتے ہیں مگر ان حضرات انصار نے یہی نہیں کیا کہ ان کو اپنی بستی میں جگہ دی بلکہ اپنے مکانوں میں آباد کیا اور اپنے اموال میں حصہ دار بنایا اور اس طرح

عزت واحترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا کہ ایک ایک مہاجر کو اپنے پاس جگہ دینے کے لیے کئی کئی انصاری حضرات نے درخواست کی یہاں تک قرعہ اندازی کرنا پڑی، قرعہ کے ذریعہ جو مہاجر جس انصاری کے حصہ میں آیا اس کو سپرد کیا گیا۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۴ ص ۴۳۳

جو آیت اوپر بیان ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار صحابؓ سے راضی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے اور ان کی اتباع کرنے والوں سے بھی راضی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے تو ان مہاجرین میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین مانے جائیں گے یا نہیں۔

اگر یہ حضرات مہاجرین میں مانے جائیں گے تو پھر ان بزرگوں کی اتباع کیوں نہیں کی جاتی اور ان بزرگ ہستیوں پر اعتراض کیوں ہوتا ہے اور ان ان بزرگوں کی اتباع کرنے والوں پر نکتہ چینی اور کفر کے فتوے کیوں لگائے جاتے ہیں۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی اتباع میں قرآن کریم کی آیتوں پر بھی بعض اہل حدیث صاحبان کا عمل نہیں ہے وہ حدیثوں پر عمل کیا کریں گے۔

اس مہاجر کے لفظ میں اگر معاذ اللہ یہ بزرگ نہیں ہیں تو پھر اور کون کون ہیں ہم کو اللہ کے واسطے سمجھایا جائے۔ اہل حدیث صاحبان ان باتوں کو اعتراض نہ سمجھیں بلکہ ہم خود سمجھنا چاہتے ہیں ہم عالم نہیں ہیں ان پڑھ آدمی ہیں، عربی فارسی کچھ نہیں جانتے اس لیے عالموں سے سمجھنا پڑتا ہے، ہم کو عمل کرنا ہے اس لیے اہل حدیث صاحبان ہم کو بتائیں کہ کن کن مہاجروں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے تاکہ ان کی اتباع کر کے ہم نجات حاصل کر سکیں اور کن کن

مہاجروں سے اللہ تعالیٰ معاذ اللہ ناراض ہے ان کے بھی نام بتانے کی مہربانی فرمائیں تاکہ ہم ان مہاجروں کی اتباع نہ کریں اور گمراہی سے بچ جائیں۔

آپ ہم کو قرآن کریم سے سمجھائیں آپ اہل حدیث ہیں اس وجہ سے آپ ہم کو حدیثوں سے سمجھائیں عالموں کے حوالوں سے نہ سمجھائیں، بات قرآن وحدیث سے ثابت کی جاتی ہے ہمیں سمجھانے کے لیے دلیلیں یا عالموں کے حوالے دیے جاتے ہیں ہم آپ کو قرآن کریم اور حدیثوں سے سمجھا رہے ہیں آپ بھی ہم کو قرآن وحدیث سے سمجھائیں اور اگر آپ کے پاس سمجھانے کے لیے قرآن وحدیث نہیں ہے تو ضد سے توبہ کرلیں ضد انسان کو تباہ وبرباد کردیتی ہے۔

قرآن کریم کے چھبیسویں پارے میں سورۂ محمد کے چوتھے رکوع میں آیت نمبر ۳۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور (نافرمانی کرکے) اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو اپنی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جو ان کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت کی چیز ہے اور مرتد ہونے سے روک رہا ہے جو اعمال کو غارت کرنے والی چیز ہے۔

حنفیہ ہی پر اعتراض کیوں؟

چار مسلک دنیا میں مشہور ہے۔ پہلا حنفی دوسرا مالکی تیسرا شافعی چوتھا حنبلی۔ چاروں مسلک میں حنفیہ مسلک تین مسلک والوں سے صرف تین باتوں میں بظاہر الگ پڑ رہا ہے، وہ تین باتیں یہ ہیں۔

۱۔ تینوں مسلک والوں کے نزدیک جماعت میں امام کے ساتھ نماز پڑھنے والوں

کے لیے مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے اور مسلک حنفیہ کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنے والا مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا۔

۲۔ تینوں مسلک والوں کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنے والا مقتدی آمین بلند آواز سے کہے گا اور حنفیہ مسلک میں جماعت سے نماز پڑھنے والا مقتدی آمین آہستہ سے کہے گا۔

۳۔ تینوں مسلک والوں کے نزدیک نماز میں رفع یدین کرنا مستحب ہے اور حنفیہ مسلک میں رفع یدین نہ کرنا مستحب ہے۔

یہ تین عمل مسلک حنفیہ کے جو تین مسلک والوں سے الگ پڑ رہے ہیں وہ مسلک اہل حدیث کے نزدیک حنفیہ کا اتنا بڑا جرم ہے کہ معاف کرنے کے قابل ہی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ ہندہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا اس کو بھی معاف کر دیا۔ وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا اس کو بھی معاف کر دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابوجہل کے صاحبزادے تھے ان کو بھی معاف کر دیا ان سب کو کفر کی حالت میں معاف کر دیا تھا۔ اسلام تو بعد میں قبول کیا تھا لیکن اہل حدیث صاحبان حنفیہ کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

حالاں کہ تینوں مسلک والوں کو حنفیہ پر کوئی اعتراض نہیں جتنے اعتراضات ہیں وہ سب کے سب مسلک اہل حدیث صاحبان ہی کو ہیں حالاں کہ اس کا

ثبوت حنفیہ کے پاس الحمدللہ قرآن و حدیث سے موجود ہے پھر بھی ان محترموں کو اعتراض ہے اور خود مسلک اہل حدیث والے صاحبان حدیثوں سے ہٹ چکے ہیں اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عملی زندگی سے بھی ہٹ چکے ہیں، ان کا ان محترموں کو کوئی احساس تک نہیں تعجب ہے!

اب سنیے ان تین اعتراضات کا ثبوت جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

حدیث: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ پارہ ۳ ص ۱۰۴ حدیث ۷۲۶ نماز کے بیان میں

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۱ ص ۲۲۳ حدیث ۷۶۹ باب ۱۳۰ 〃 〃 〃

(۳) ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۵۳ حدیث ۲۴۰ 〃 〃 〃

(۴) نسائی شریف جلد ۱ ص ۱۳۶ 〃 〃 〃

(۵) ابن ماجہ شریف ص ۱۲۳ حدیث ۸۳۷ 〃 〃 〃

واحد شخص کے لیے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

صرف فرض نماز میں قعدۂ اولیٰ کے بعد جو رکعتیں ہیں ان میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے، ان کے علاوہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے چاہے فرض نماز ہو یا واجب ہو، چاہے سنتیں ہوں یا نوافل ہوں یا تراویح ہو اور یہی حکم امامت کرنے والے کے لیے ہے یعنی امامت کرنے والا امام بھی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے گا اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت سورۃ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے اس میں اختلاف ہے۔

حدیث : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں قرارت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم میں سے ابھی کسی نے (میرے پیچھے نماز میں) قرآن پڑھا ہے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں نے پڑھا ہے) : فرمایا۔ میں بھی تو کہتا تھا کہ (کیا وجہ ہے) جو مجھ سے قرآن چھینا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہری نماز میں قرآن پڑھنا ترک کردیا۔ اس باب میں حضرت ابن مسعودؓ حضرت عمران بن حسینؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حوالہ : ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۶۵ حدیث ۲۹۵ نماز کا بیان
(۲) موطا امام مالک صفحہ ۸ حدیث ۱۸۱ باب ۱۲ ″ ″
(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۸ حدیث ۸۹۱ ″ ″
(۴) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۲۷۹ ″ ″

حدیث : حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام پڑھے تم خاموشی کے ساتھ سنو۔

حوالہ : ابن ماجہ شریف صفحہ ۳۲ حدیث ۸۵۵ قرآت کے وقت خاموش رہنے کا بیان

حدیث : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تو تم چپ رہو۔ (مختصر)

حوالہ : ابن ماجہ شریف صفحہ ۳۲ حدیث ۸۵۶ قرآت کے وقت خاموش رہنے کا بیان

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو حدیثوں کا جو باب باندھا ہے

اس کے الفاظ پر غور کیجیے۔ قرأت کے وقت خاموش رہنے کا بیان، یعنی جب امام پڑھے تو مقتدی کو خاموشی کے ساتھ سننا چاہیے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت اس شخص کا پڑھنا ہی سمجھا جائے گا۔

حوالہ: ابن ماجہ شریف ص١٢٣ حدیث نمبر٨٦٠ نماز کا بیان

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جس وقت سوال کیا جاتا کہ کیا امام کے پیچھے آپ لوگوں میں سے کوئی قرأت کرتا تھا۔ آپ جواب دیتے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأت کفایت کرتی ہے (یعنی امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوتی ہے) اور جب تنہا نماز پڑھو تو پھر قرأت کرنی چاہیے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حوالہ: موطا امام مالک ص٩٠ حدیث ١٤٠ باب ١٢١ نماز کا بیان

یہ ہیں حدیثیں جس پر مسلک حنفیہ والوں کا عمل ہے۔ ان حدیثوں کے ہوتے ہوئے مسلک حنفیہ پر مسلک اہل حدیث والے صاحبان کو اعتراض ہے مسلک اہل حدیث والوں کا دعویٰ ہے۔ اہل حدیث ہونے کا اس کے باوجود یہ صاحبان حدیثوں کو نہیں مانتے تو ہم کیا کر سکتے ہیں وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں چاہے مانیں یا نہ مانیں بیان کر دینا ہمارا کام ہے، ان محترموں کے دل میں اتار دینا یہ اللہ کا کام ہے۔

جاننا چاہیے کہ آمین کہنا بعد پڑھنے سورۂ فاتحہ کے سنت ہے بالاتفاق خواہ منفرد ہو یا امام یا مقتدی اگرچہ امام آمین نہ کہے اور پکار کر کہنا اس کا

سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پکار کر نہ کہیں وہ کہتے ہیں کہ حدیثیں پکار کر کہنے کی محمول ہیں اس پر کہ ابتداء میں تھا تعلیم کے واسطے، پھر جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیکھ گئے تو چپکے کہنے لگے۔ چنانچہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شعبہ کی کہ انھوں نے نقل کی علقمہ بن وائل سے اس نے اپنے باپ سے کہ اس نے نماز پڑھی ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جب کہ پہنچے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پر کہی آمین اور چپکے کہی ہے اور پیروی کی ہے انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ وہ چپکے کہتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کہا انھوں نے چار چیزیں ہیں کہ امام اس میں اخفا کرے۔ (یعنی چپکے کہے) اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللہ اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور آمین اور اصل دعا میں چپکے پڑھنا ہے واسطے قول اللہ تعالیٰ کے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (یعنی دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے (پارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۷ آیت نمبر ۵۵) اور شک نہیں اس میں کہ آمین دعا ہے پس نزدیک تعارض کے راجح ہوا چپکے کہنا اس کا۔ اور آمین قرآن سے نہیں ہے اجماعاً پس نہیں لائق ہے یہ کہ ہو آواز ساتھ آواز قرآن کے جیسے کہ نہیں جائز ہے لکھنا اس کا مصحف میں۔ واللہ اعلم

حوالہ: مظاہر حق جلد ۱ ص ۲۶۲ قرأت کا بیان

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک مرتبہ لوگوں سے) فرمایا۔ آؤ میں تم لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی نماز پڑھوں (یعنی تمھیں عملی طور پر دکھا دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کیا کرتے تھے) پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھایا اس کے بعد نہیں اٹھایا۔ اس باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ کی یہ حدیث حسن ہے۔ کئی صحابہ رضؓ اور تابعینؒ اسی کے قائل ہیں اور حضرت سفیان ثوری اور کوفہ والوں کا یہی قول ہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۵۵ حدیث نمبر ۲۴۰ نماز کا بیان

(۲) ابوداؤد شریف جلد ۱ پارہ ۵ صفحہ ۲۹۰ حدیث نمبر ۷۴۲ باب ۲۶۹ 〃 〃

(۳) نسائی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ 〃 〃

(۴) مشکوۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ حدیث نمبر ۷۵۰ 〃 〃

(۵) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۲۶۳ 〃 〃

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے کئی صحابہؓ اور تابعینؒ اسی کے قائل ہیں۔ جس عمل کے بہت سے صحابہ رضؓ اور تابعینؒ قائل ہیں اس پر عمل اگر حنفیہ کرتے ہیں تو کون سا جرم کرتے ہیں جو اعتراض کے قابل ہے لیکن اہل حدیث صاحبان کے نزدیک خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا عمل بھی اعتراض کے قابل ہے تو پھر دوسرے صحابہ رضؓ اور تابعینؒ اور حنفیہ ان کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں جو ان پر اعتراض نہ کریں۔

تقلید اور فقہ
قرآن و حدیث کی روشنی میں

مسلک اہل حدیث صاحبان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کا عمل حدیثوں پر ہی ہے

اور حدیث کے خلاف کوئی عمل نہیں حالاں کہ یہ بالکل غلط ہے دین اسلام کی عملی زندگی اور ضروریات زندگی کے تمام مسائل کے لیے حدیثوں کا ملنا مشکل ہے اس وجہ سے انسان کو فقہ کی ضرورت پڑتی ہے سب انسانوں میں اتنا علم نہیں ہوتا کہ وہ اپنا مسئلہ قرآن وحدیث سے نکال سکیں اس وجہ سے زیادہ علم جاننے والوں سے پوچھنا پڑتا ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا حکم موجود ہے۔

قرآن کریم کے چودھویں پارے میں سورۂ نحل کے چھٹے رکوع میں آیت نمبر ۴۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔

اگر چہ یہ آیت کریمہ ایک خاص مضمون کے بارے میں آئی ہے مگر الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں۔ اس لیے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیقت یہ اہم ضابطہ ہے جو عقلی بھی ہے اور نقلی بھی کہ جو لوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں اور نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں اسی کا نام تقلید ہے، یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے اور عقلاً بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۵

امت میں عہد صحابہ سے لے کر آج تک بلا اختلاف اسی ضابطہ پر عمل ہوتا آیا ہے جو تقلید کے منکر ہیں وہ بھی اس تقلید کا انکار نہیں کرتے کہ جو لوگ عالم نہیں ہیں وہ علماء سے فتویٰ لے کر عمل کریں اور یہ ظاہر ہے کہ ناواقف عوام کو علماء اگر قرآن وحدیث کے دلائل بتلا بھی دیں تو وہ ان دلائل کو بھی انہیں علماء کے اعتماد پر قبول کریں گے ان میں خود دلائل کو سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت تو ہے نہیں۔ اور تقلید اسی کا نام ہے کہ نہ جاننے والا کسی جاننے والے کے اعتماد پر

کسی حکم کو شریعت کا حکم قرار دے کر عمل کرے یہ تقلید وہ ہے جس کے جواز بلکہ وجوب میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۵

البتہ وہ علماء جو خود قرآن و حدیث کو اور مواقع اجماع کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کو ایسے احکام میں جو قرآن و حدیث میں صریح اور واضح طور پر مذکور ہیں اور علماء و صحابہؓ و تابعینؒ کے درمیان ان مسائل میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ ان احکام میں وہ علماء براہ راست قرآن و حدیث اور اجماع پر عمل کریں ان میں علماء کو کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۵

لیکن وہ احکام و مسائل جو قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور نہیں یا جن میں آیات قرآن اور روایات حدیث میں بظاہر کوئی تعارض نظر آتا ہے یا جن میں صحابہ و تابعین کے درمیان قرآن و سنت کے معنی متعین کرنے میں اختلاف پیش آیا ہے یہ مسائل و احکام محل اجتہاد ہوتے ہیں ان کو اصطلاح میں مجتہد فیہ مسائل کہا جاتا ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ جس عالم کو درجۂ اجتہاد حاصل نہیں اس کو بھی ان مسائل میں کسی امام مجتہد کی تقلید ضروری ہے محض اپنی ذاتی رائے کے بھروسہ پر ایک آیت یا روایت کو ترجیح دے کر اختیار کرنا اور دوسری آیت یا روایت کو مرجوح قرار دے کر چھوڑ دینا اس کے لیے جائز نہیں

حوالہ: معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۵

اسی طرح قرآن و سنت میں جو احکام صراحتاً مذکور نہیں ان کو قرآن و سنت کے بیان کردہ اصول سے نکالنا اور ان کا حکم شرعی متعین کرنا بھی انھیں مجتہدین امت کا کام ہے جن کو عربی زبان، عربی لغت اور محاورات اور طرق استعمال کا نیز قرآن و سنت سے متعلقہ تمام علوم کا معیارِ علم اور ورع و تقویٰ کا اونچا مقام

حاصل ہو جیسے امام اعظم ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، احمد بن حنبلؒ یا اوزاعیؒ فقیہ ابو اللیث وغیرہ جن میں حق تعالیٰ نے قرب زمانۂ نبوت اور صحبت صحابہ و تابعین کی برکت سے شریعت کے اصول و مقاصد سمجھنے کا خاص ذوق اور منصوص احکام سے غیر منصوص کو قیاس کرکے حکم نکالنے کا خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ ایسے مجتہد فیہ مسائل میں عام علماء کو بھی ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید لازم ہے۔ ائمہ مجتہدین کے خلاف کوئی نئی رائے اختیار کرنا خطا ہے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صـ ۳۳۶

یہی وجہ ہے کہ امت کے اکابر علماء، محدثین و فقیہ امام غزالی، رازی، ترمذی، طحاوی، مزنی، ابن ہمام، ابن قدامہ اور اسی معیار کے لاکھوں علمائے سلف و خلف باوجود علوم عربیت و علوم شریعت کی اعلیٰ مہارت حاصل ہونے کے ایسے اجتہادی مسائل میں ہمیشہ ائمہ مجتہدین کی تقلید ہی کے پابند رہے ہیں اور مجتہدین کے خلاف اپنی رائے سے کوئی فتویٰ دینا جائز نہیں سمجھا۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صـ ۳۳۶

البتہ ان حضرات نے جو علم و تقویٰ کا معیاری درجہ حاصل تھا کہ مجتہدین کے اقوال و آراء کو قرآن و سنت کے دلائل سے جانچتے اور پرکھتے تھے پھر ائمہ مجتہدین میں جس امام کے قول کو وہ کتاب و سنت کے ساتھ اقرب پاتے اس کو اختیار کر لیتے تھے مگر ائمہ مجتہدین کے مسلک سے خروج اور ان سب کے خلاف کوئی رائے قائم کرنا ہرگز جائز نہ جانتے تھے تقلید کی اصل حقیقت اتنی ہی ہے۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صـ ۳۳۶

اس کے بعد روز بروز علم کا معیار گھٹتا گیا اور تقویٰ اور خدا ترسی کے بجائے اغراض نفسانی غالب آنے لگیں۔ ایسی حالت میں اگر یہ آزادی دے دی جائے کہ

جس مسئلے میں چاہیں کسی ایک امام کا قول اختیار کر لیں اور جس میں چاہیں کسی دوسرے کا قول لے لیں تو اس کا لازمی اثر یہ ہونا تھا کہ لوگ اتباع شریعت کا نام لے کر اتباع ہوا میں مبتلا ہو جائیں کہ جس امام کے قول میں اپنی غرض نفسانی پوری ہوتی نظر آئے اسی کو اختیار کر لیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا کرنا کوئی دین اور شریعت کا اتباع نہیں ہوگا بلکہ اپنی اغراض و ہوا کا اتباع ہوگا جو باجماع امت حرام ہے۔

حوالہ: معارف القرآن ج ۵ ص ۳۳

اس لیے متاخرین فقہاء نے یہ ضروری سمجھا کہ عمل کرنے والوں کو کسی ایک ہی امام مجتہد کی تقلید کا پابند کرنا چاہیے یہیں سے تقلید شخصی کا آغاز ہوا جو در حقیقت ایک انتظامی حکم ہے جس سے دین کا انتظام قائم رہے اور لوگ دین کی آڑ میں اتباع ہوا کے شکار نہ ہو جائیں۔

حوالہ: معارف القرآن ج ۵ ص ۳۳

اس کی مثال بعینہ وہ ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ قرآن کے سبعۂ احرف (یعنی سات لغات) میں سے صرف ایک لغت کو مخصوص کر دینے میں کیا، اگرچہ ساتوں لغات قرآن ہی کے لغات تھے۔ جبرائیل امین کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق نازل ہوئے مگر جب قرآن کریم عجم میں پھیلا اور مختلف لغات میں پڑھنے سے تحریف قرآن کا خطرہ محسوس کیا گیا تو باجماع صحابہ مسلمانوں پر لازم کر دیا گیا کہ صرف ایک ہی لغت میں قرآن کریم لکھا اور پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی ایک لغت کے مطابق تمام مصاحف لکھوا کر اطراف عالم میں بھجوائے اور آج تک پوری امت اسی کی پابند ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ دوسرے لغات حق نہیں تھے بلکہ انتظام دین اور حفاظت قرآن از تحریف کی بنا پر صرف ایک لغت اختیار کر لیا گیا۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین سب حق ہیں ان میں سے کسی ایک کو تقلید کے لیے معین کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس امام معین کی تقلید کسی نے اختیار کی ہے اس کے نزدیک دوسرے ائمہ قابلِ تقلید نہیں بلکہ اپنی صوابدید اور اپنی سہولت جس امام کی تقلید میں دیکھی اس کو اختیار کر لیا اور دوسرے ائمہ کو بھی اسی طرح واجب الاحترام سمجھا۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۷

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بیمار آدمی کو شہر کے حکیم اور ڈاکٹروں میں سے کسی ایک ہی کو اپنے علاج کے لیے متعین کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کیوں کہ بیمار اپنی رائے سے کبھی کسی ڈاکٹر سے پوچھ کر دوا استعمال کرے کبھی کسی دوسرے سے پوچھ کر یہ اس کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے وہ جب کسی ڈاکٹر کا انتخاب اپنے علاج کے لیے کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ دوسرے ڈاکٹر ماہر نہیں یا ان میں علاج کی صلاحیت نہیں۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۷

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی جو تقسیم امت میں قائم ہوئی اس کی حقیقت اس سے زائد کچھ نہ تھی اس میں فرقہ بندی اور گروہ بندی کا رنگ اور باہمی جدال وشقاق کی گرم بازاری نہ کوئی دین کا کام ہے نہ کبھی اہلِ بصیرت علماء نے اسے اچھا سمجھا ہے۔ بعض علماء کے کلام میں علمی بحث اور تحقیق نے مناظرانہ رنگ اختیار کر لیا اور بعد میں طعن طنز تک نوبت آگئی پھر جاہلانہ جنگ وجدال نے وہ نوبت پہنچا دی جو آج عموماً دین داری اور مذہب پسندی کا نشان بن گیا۔

حوالہ: معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۷

تقلید چاہے چھپ چھپ کر کرو یا علی الاعلان کرو، تقلید تو ہر حالت میں کرنی ہو گی بغیر تقلید کے آپ کے تمام مسائل ضروریاتِ زندگی کے حل نہیں ہو سکتے

اہل حدیث صاحبان آج بھی حنفیہ اور شافعیہ کے فقہ کے محتاج ہیں یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے۔ جب ان صاحبان کو قرآن و حدیث میں کوئی مسئلہ نہیں ملتا تو یہ صاحبان ان اماموں کے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہیں اور ان ہی سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ آج تک اہل حدیث صاحبان میں ایسا عالم نہیں ہوا کہ ان محترموں کی پیاس بجھانے کے لیے کوئی ایسی فقہ کی کتاب تیار کر دیتا کہ ان صاحبان کو حنفیہ اور شافعیہ کے دروازے پر بھیک مانگنے کو جانا نہ پڑے۔

قرآن و حدیث کو مد نظر رکھ کر قیاسی مسائل کی ترتیب دینا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ مرتبہ یہ درجہ یہ پاور سب کو نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جن کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دنیا میں چار ہستیاں پیدا کی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ان بزرگوں نے دنیا میں جو دینی خدمات انجام دی ہیں وہ قابل قدر، قابل غور، قابل فخر اور قابل عمل ہیں جن کے بتائے ہوئے مسائل پر کروڑوں مسلمان عمل کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک عمل کرتے رہیں گے اور اہل حدیث صاحبان بھی ان سے مسائل چرا کر اپنا نباہ کرتے رہتے ہیں اور ظاہر میں اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتے رہتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان کا یہ کہنا ہے کہ ہم قرآن و حدیث کے علاوہ دوسرے کی بات نہیں مانتے حالاں کہ اجتہادی مسائل پر عمل کرنے کا حکم حدیث شریف میں موجود ہے۔

اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جہاں اجتہاد کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، وہاں تقلید کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں یعنی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم براہِ راست قرآن و سنت سے استنباط احکام نہ کر سکتے تھے وہ فقہائے صحابہ کی طرف رجوع کر کے ان سے مسائل معلوم کیا کرتے تھے اور فقہائے صحابہ ان سوالات کا جواب دونوں طرح دیا کرتے تھے کبھی دلیل بیان کر کے اور کبھی بغیر دلیل بیان کیے۔ البتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تقلید شخصی کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کا رواج تھا۔ تقلید مطلق کی مثالیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بے شمار ہیں کیوں کہ ہر فقیہ صحابی اپنے حلقہ اثر میں فتویٰ دیتا تھا اور دوسرے حضرات اس کی تقلید کرتے تھے چنانچہ علامہ ابن قیم اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن صحابہ کے فتاویٰ محفوظ ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زیادہ ہے۔ ان حضرات کے تمام فتاویٰ تقلید مطلق کی مثال ہیں بلکہ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے صرف قول کی نہیں بلکہ عمل کی بھی تقلید کی جاتی تھی۔

حوالہ: درس ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ پاکستان

اسی طرح عہد صحابہ میں تقلید شخصی کی بھی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲۳۷ میں کتاب الحج، باب اذا

حاضت المرأۃ بعد ما افاضت کے تحت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے متعلق معلوم کیا جو طواف زیارت کر چکی پھر اس کو حیض آیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ بغیر طواف وداع کیے جا سکتی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ کر آپ کے قول کو ہرگز اختیار نہ کریں گے۔

اور یہی روایت معجم اسمٰعیل میں عبدالوہاب الثقفی کے طریق سے منقول ہے اس میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ مروی ہیں۔ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فرمان یہ ہے کہ بغیر طواف وداع کیے عورت نہیں جا سکتی تو ہم آپ کے فتویٰ کی طرف کوئی توجہ نہ کریں گے۔ اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ان کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ اے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب آپ زید بن ثابت کے خلاف فتویٰ دے رہے ہیں تو ہم آپ کی تابعداری ہرگز نہ کریں گے۔

اس سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہ حضرات زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے اسی بنا پر انھوں نے اس معاملے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا فتویٰ قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو رد کرنے کی وجہ بجز اس کے بیان نہیں فرمائی کہ ان کا یہ قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے خلاف تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ تم تقلید شخصی کر کے گناہ یا شرک کے مرتکب ہو رہے ہو بلکہ انھیں یہ ہدایت فرمائی کہ وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مسئلے کی تحقیق کر کے حضرت زید بن ثابت کی طرف دوبارہ رجوع کریں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور حضرت زید بن ثابت نے حدیث کی تحقیق فرما کر اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع فرما لیا۔

حوالہ: درس ترمذی شریف جلد ١ ص ٢١ مطبوعہ پاکستان

صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۹۷ میں کتاب الفرائض باب میراث، پوتی کی میراث بیٹی کی موجودگی میں کے تحت حضرت ہذیل بن شرجیل سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ سے کچھ لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے جواب تو دے دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے بھی پوچھ لو۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی رائے بھی ذکر کردی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے جو فتویٰ دیا وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کے فتویٰ کے خلاف تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے فتویٰ کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا جب تک یہ زبردست عالم تمھارے اندر موجود ہے تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ یہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ ہر مسئلہ عبداللہ ابن مسعود رضؓ ہی سے پوچھا کرو اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

حوالہ: درس ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ پاکستان

حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف (قاضی بناکر) بھیجا تو پوچھا تم وہاں جاکر فیصلہ کس طرح کروگے۔ انھوں نے عرض کیا۔ جو کچھ اللہ کی کتاب میں ہے اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو (یعنی تم جس بات کا فیصلہ کرنا چاہتے ہو وہ بات قرآن شریف نہ پاؤ تو پھر کیا کروگے)۔ انھوں نے عرض کیا تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے (فیصلہ کروں گا) آپؐ نے فرمایا۔ اگر سنت میں بھی نہ پاؤ (تو پھر کیا کروگے)۔ انھوں نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی ح

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو (صحیح طریق عمل کی) توفیق دی۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۶۶ حدیث ۱۳۳۷ باب الاحکام

(۲) ابوداؤد شریف جلد ۲ پارہ ۲۲ صفحہ ۹۶ حدیث ۱۹۶ باب ۱

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اہل یمن کے لیے محض گورنر بن کر نہیں گئے تھے بلکہ قاضی اور مفتی بن کر بھی گئے تھے لہٰذا اہل یمن کے لیے صرف ان کی تقلید کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ اہل یمن انہی کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم (عمل کرنے کے قابل) تین ہیں ان کے علاوہ تمام علوم غیر ضروری ہیں (۱) اللہ کی کتاب (۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجتہادی احکام

حوالہ: ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۲ حدیث ۵۶ باب الرائے والقیاس

دونوں حدیثوں میں اجتہاد پر عمل کرنے کا حکم موجود ہے، اب تیسری حدیث بھی اجتہاد کی سن لیجیے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے (یعنی غور و فکر سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے) اور صحیح فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو ثواب ہیں۔ اور فیصلہ کیا اور اس میں غلطی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے (یعنی غور و فکر کرنے کے بعد بھی غلطی ہو جائے تو ایک ثواب ہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۶۶ حدیث ۱۳۲۶ باب الاحکام

(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۳ پارہ ۳۰ ص ۵۲۹ حدیث ۲۲۰۷ کتاب الاعتصام

مجتہد اگر اجتہاد میں لغزش کھا جائے تب بھی ایک ثواب ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مجتہد کی نیت غلط نہیں تھی جیسا کہ آج کل ہم لوگوں کی نیتیں ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کو لاجواب کرنے کی شکست دینے کی اور بے عزت کرنے کی، ان اجتہاد کرنے والوں کی ایسی نیتیں نہیں تھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن آپ نے اپنی زندگی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کوئی طنزیہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ یہ تھا ان بزرگوں کا اخلاق، اب اجتہادی مسائل کو بھی سن لیں۔

فرض کس کو کہتے ہیں، واجب کس کو کہتے ہیں، سنت مؤکدہ کس کو کہتے ہیں، سنت غیر مؤکدہ کس کو کہتے ہیں، مستحب کس کو کہتے ہیں، مباح کس کو کہتے ہیں، مستحسن کس کو کہتے ہیں، جائز کس کو کہتے ہیں اور ناجائز کس کو کہیں گے حرام کس کو کہیں گے، مکروہ تحریمی کس کو کہیں گے، مکروہ تنزیہی کس کو کہیں گے۔ یہ ساری ترتیب قرآن وحدیث کو مد نظر رکھ کر اماموں نے دی۔ اسی کو اجتہادی مسائل کہتے ہیں۔ اہل حدیث صاحبان ان احکام کے آج بھی محتاج ہیں۔ جب کوئی انسان کسی مسئلہ کی معلومات کرنے کے لیے اہل حدیث صاحبان سے سوال کرتا ہے یا کوئی کسی مسئلے کا درجہ معلوم کرتا ہے یعنی یہ فرض ہے یا واجب، سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ، مستحب ہے یا مباح ہے، یا مستحسن ہے، جائز ہے یا ناجائز، حرام ہے یا حلال، مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی تو ان سوالوں کا جواب اہل حدیث صاحبان حنفیہ اور شافعیہ کی کتب فقہی کے حوالے سے دیتے ہیں اور کہنے کو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

فقیہ عالم کی تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن لیجیے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شیطان پر ایک فقیہ عالم ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

حوالہ: (۱) ابن ماجہ شریف ص۲۰ حدیث ۲۲۲ علم کے بیان میں
(۲) ترمذی شریف جلد۲ ص۱۰۹ حدیث ۵۲۰ 〃 〃 〃
(۳) مشکوٰۃ شریف جلد۱ ص۳۶ حدیث ۲۰۶ 〃 〃 〃
(۴) مظاہر حق جلد۱ ص۹۳ کتاب العلم

شیطان جب لوگوں پر خواہش نفسانی کے دروازے کھولتا ہے تو عالم پہچان لیتا ہے اور ان کو تدبیر ان کے دفع کی بتاتا ہے۔ بخلاف نرے عابد کے اس لیے کہ وہ اکثر عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوتا ہے لیکن جانتا نہیں۔

حوالہ: مظاہر حق جلد۱ ص۹۳ کتاب العلم

یہ مرتبہ فقیہ عالم ہونے کا انھیں چار اماموں کو ملا ہے دوسرے مسلک والے اس مرتبے سے محروم ہیں اور ان چاروں اماموں میں سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس فضیلت اور مرتبے کے اوّلین حق دار ہیں۔

قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارے میں سورۂ جمعہ کے پہلے رکوع میں آیت نمبر ۴،۳،۲،۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: آسمان و زمین کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ نہایت پاک ہے غالب با حکمت ہے وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے

پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لیے بھی انھیں میں سے جو ابھی
ان سے نہیں ملے اور وہی ہے غالب باحکمت، یہ خدا کا فضل ہے جسے
چاہے اپنا فضل دے اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک روز)
ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۂ جمعہ اتری جب یہ آیت
(وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ) آئی تو میں نے آپ سے پوچھا کہ مِنْھُمْ سے کون
لوگ مراد ہیں۔ آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ میں نے تین مرتبہ
پوچھا اور اس مجلس میں سلمان فارسی رضی بھی موجود تھے۔ حضرتؐ نے
ان کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا۔ اگر ایمان ستارہ ثریا
کے پاس بھی ہوتا (یعنی بہت ہی دور ہوتا) تو ان میں کا ایک شخص یا
کچھ لوگ (شک راوی ہے) اس کو حاصل کر لیتے یعنی نہایت دقّت
ہوتی تو بھی ایمان کو مشقت اٹھا کر یہ لوگ حاصل کر لیتے۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۲۸ صفحہ ۷۲۶ حدیث ۲ سورہ جمعہ کی تفسیر میں
(۲) تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۸ صفحہ ۳۲ سورہ جمعہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں
(۳) معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۲۶

حدیث: حضرت عبداللہ بن وہاب نے اس حدیث کو اسی اسناد سے بلاشک
مذکور بیان کیا۔ آپؐ نے یہ فرمایا۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو بھی ان
میں سے کچھ لوگ حاصل کر لیتے۔

حوالہ: صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۲۸ صفحہ ۷۲۶ حدیث ۱۰۱۲ سورہ جمعہ کی تفسیر میں
فارس والوں کی تعریف ہو رہی ہے، قرآن کریم سے ہو رہی ہے اور صحیح
بخاری شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہو رہی ہے اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ملک فارس کے ہیں۔ آپ کے علاوہ دوسرا کوئی فارس کا آدمی اس مرتبے تک نہیں پہنچا جس مرتبے کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہنچے ہیں پھر بھی آپ کی بات نہیں ماننا اور آپ کے اوپر طنز کرنا یا آپ کو حقیر سمجھنا کہاں کی شرافت ہے۔

حنفیہ عالموں کا ہندوستان کے مسلک اہل حدیث والوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ ہندوستان کے اہل حدیث صاحبان میں سے کچھ اہل حدیث صاحبان کے عالموں نے حنفی عالموں کی گود میں رہ کر عالم ہونے کی سندیں حاصل کی ہیں، اس احسان کا بھی ان اہل حدیث صاحبان کو کوئی احساس نہیں ہے اور جتنے اعتراضات یا نکتہ چینی اہل حدیث صاحبان کی طرف سے کی جاتی ہے وہ سب حنفیہ ہی پر کی جاتی ہے، دوسرے مسلک والوں پر نکتہ چینی اور اعتراض نہیں ہے، اسی وجہ سے ہم کو مجبور ہونا پڑا کہ ان محترموں کو سمجھانے کیلئے کچھ لکھا جائے اور ان کی غلطی کا انھیں احساس دلایا جائے، ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہے حتی الامکان سمجھانا انسان کا اخلاقی فرض ہے۔

حدیث : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

حوالہ: ترمذی شریف جلد ۱ ص ۲۴۳ حدیث ۱۹۵۳ احسان کا بیان

جو شخص کسی انسان کا احسان مند اور شاکر نہیں ہوتا وہ لازمی ہے کہ خدا کا بھی شاکر نہ ہوگا۔

حدیث : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو اور اگر برا کریں تو تم

ظلم نہ کرو۔ (مختصر)

حوالہ: ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۱ حدیث نمبر ۱۹۰۳ احسان کے بیان میں

جماعت اہل حدیث میں سے جن جن محترموں نے حنفی عالموں کی گود میں رہ کر عالم ہونے کی سندیں حاصل کی ہیں۔ ان میں سے بعض صاحبان شکریہ تو کیا خاک ادا کریں گے بلکہ احسان کا بدلا اعتراض سے دیتے ہیں۔ یہ صاحبان کون سی حدیثوں پر عمل کر کے اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا حدیثوں پر عمل ہے نہیں اور نام رکھ لیا ہے اپنا اہل حدیث!

جماعت اہل حدیث کے مخلص صاحبان کی تحریر

جماعت اہل حدیث کے امام المناظرین شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب منتخب حواشی اور ثنائی ترجمۃ القرآن مجید کے صفحہ ۵۹ پر فرماتے ہیں۔ دیوبند کی سند امتحان میرے لیے باعث فخر میرے پاس موجود ہے۔

جماعت اہل حدیث کے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ اہل حدیث کے اندر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو تعریف لکھی ہے اس کو اہل حدیث صاحبان پڑھ لینے کی مہربانی فرمائیں ہم وہی الفاظ لکھ دیتے ہیں جو کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔

اس موقع پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے۔ حالاں کہ آپ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقوے

اور تو ورع پر گزری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

حوالہ: تاریخ اہل حدیث ص۵۵

امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ سلف میں سے ہیں کہاں تک گنے جائیں۔ منہاج السنہ ایسے حوالے جات سے بھری پڑی ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دیگر ائمہ سنت کی طرح نہایت ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔

حوالہ: تاریخ اہل حدیث ص۵۵

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی جلالت شان کے دل سے قائل ہیں چنانچہ آپ اپنی مایۂ ناز کتاب میزان الاعتدال کے شروع میں فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت میں پیروی کی جاتی ہے کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

حوالہ: تاریخ اہل حدیث ص۵۵

اسی طرح حافظ ذہبی اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب امام اعظم سے مزین کر کے آپ کا جامع اوصاف حسنہ ہونا ان الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں۔

آپ دین کے پیشوا، صاحب ورع، نہایت پرہیزگار، عالم باعمل تھے (ریاضت کش) عبادت گزار تھے، بڑی شان والے تھے، بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ تجارت کر کے اور اپنی روزی کما کر کھاتے تھے۔

سبحان اللہ کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ

سامنے رکھ دیا ہے اور آپ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیت عامہ
اور غنائے قلبی اور حکام و سلاطین سے بے تعلقی وغیرہ وغیرہ فضائل میں سے
کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ نہیں رکھا۔

اسی طرح اسی کتاب میں امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے
فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا امام ابو حنیفہ میں کوئی عیب نہیں اور آپ
کسی برائی سے متہم نہ تھے۔

حوالہ: تاریخ اہل حدیث ص۵۸ سے ص۵۹ تک

آپ تہذیب التہذیب میں جو اصل میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی
کتاب تہذیب کی تہذیب ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں آپ
کی دین داری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر
بیان نہیں کرتے بلکہ بزرگان دین سے ان کی ازحد تعریف نقل کرتے ہیں اور
فرماتے ہیں اَلنَّاسُ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ حَاسِدٌ وَجَاهِلٌ یعنی حضرت امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ کچھ تو حاسد ہیں
اور کچھ جاہل ہیں۔

سبحان اللہ کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا۔

حوالہ: تاریخ اہل حدیث ص۶۰

ہر چند کہ میں سخت گنہ گار ہوں لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح
اساتذہ جناب مولانا ابو عبد اللہ عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی
اور جناب مولانا عبد المنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت و تلقین سے
یہ بات یقین کے مرتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ
متبوعین رحمۃ اللہ علیہم سے حسن ظن نزول برکات کا ذریعہ ہے اس لیے بعض اوقات

خدائے تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرّہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلے کے لیے کتب متعلقہ الماری سے نکالی اور امام (ابوحنیفہ) صاحب کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ ایک دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا۔ یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہوگیا۔ معاً خدائے تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام (ابوحنیفہ) صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کیے۔ وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام (ابوحنیفہ) صاحب سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام (ابوحنیفہ) صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمھاری مثال اس آیت کریمہ کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔

اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیوں کہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران و نقصان ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم شد از فضل رب

حوالہ: تاریخ اہل حدیث ص۸ سے ص۲ تک

حُسنِ ظن اور غیبت

جب ائمۂ اربعہ سے حسن ظن کے لیے آپ فرمارہے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ان ائمۂ اربعہ کے مسلک سے بھی حسن ظن ہونا چاہیے۔ ان کے مسلک کو حقیر سمجھنا گویا ان بزرگوں کو حقیر سمجھنا ہے اور ان اماموں کے مسلک سے جب حسن ظن رکھا جائے گا تو ان مسلک کے ماننے والوں سے بھی حسن ظن رکھنا ہوگا۔ پھر تقلید والوں کو حقیر سمجھنا یا نکتہ چینی کرنا اور کفر کے فتوے لگانا اور اشتہار بازی کرنا ضد اور جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

بدظنی کی وجہ سے انسان ضد میں آجاتا ہے اور ضد کی وجہ سے حق کو جانتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتا جو انسان بدظنی سے بچ گیا وہ ضد سے بچ گیا۔ ظن اور غیبت سے بچنے کے لیے ایمان والوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو رہا ہے۔

قرآن کریم کے چھبیسویں پارے میں سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۱۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو بہت بدگمانی سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کیا کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ تم کو اس سے گھن آئے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانیوں سے اور تہمت لگانے سے اور اپنوں اور غیروں کو خوف زدہ کرنے سے اور خواہ مخواہ کی دہشت دل میں

رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط چاہیے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۶ صـ۹۳ سورہ حجرات کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے پندرہویں پارے میں سورۂ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع میں آیت نمبر ۳۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ ہلاؤ بے علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو جھوٹی شہادت نہ دیتے پھرو، بغیر دیکھے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا نہ بغیر سنے سننا بیان کرو نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو کیوں کہ ان تمام باتوں کی جوابدہی خدا کے ہاں ہوگی غرض وہم وخیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۵ صـ۴۲ سورہ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کی تفسیر میں

اے وہ لوگو جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل ایماندار نہیں ہوئے تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو۔ یاد رکھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدگیوں کو ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے والوں میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۶ صـ۹۳ سورہ حجرات کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ بدگمانی بدترین جھوٹی بات ہے اور کسی کا حال یا کوئی خبر معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو جاسوسی نہ کرو اور کسی نے سودے کو نہ بگاڑو (یعنی چیز کے لینے کا

ارادہ نہ ہو اور خواہ مخواہ کسی کے سودے پر سودا کرنے لگو) اور آپس میں حسد نہ کرو آپس میں بغض نہ رکھو ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو اور خدا کے سارے (مسلمان) بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپس میں حرص نہ کرو۔

حوالہ: (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۳ پارہ ۲۵ ص ۲۳۶ حدیث ۹۹۹ آداب کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۴۲۳ حدیث ۴۷۹۴ ترک ملاقات کا بیان

(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۵۲

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ذکر کرنا اپنے مسلمان بھائی کا ایسی باتوں کے ساتھ جو اس کو بری معلوم ہوں (غیبت ہے) پوچھا گیا۔ اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے تب بھی اس کو غیبت کہا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اس کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۷۱ حدیث ۴۵۸۹ غیبت کا بیان

(۲) مظاہر حق جلد ۴ ص ۹۵

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان مسلمان کا (دینی بھائی) ہے، کوئی مسلمان کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرے نہ اس کو رسوا ہونے دے اور نہ اس کو ذلیل و حقیر

سمجھے، تقویٰ اس جگہ ہے، یہ فرما کر آپؐ نے تین مرتبہ سینہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر فرمایا۔ انسان کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر و ذلیل جانے مسلمان پر مسلمان کی ساری چیزیں حرام ہیں یعنی مسلمان کا خون مسلمان کا مال مسلمان کی آبرو۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۴۱۵ حدیث ۴۸۱۳ مخلوق پر شفقت کا بیان

(۲) ترمذی شریف جلد ۱ ص ۲ حدیث ۱۸۲۶ احسان کا بیان

(۳) مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۲۳ مخلوق پر شفقت کا بیان

سوء ظن انسان کو کہاں لے جاتا ہے اس پر آپ غور کریں۔ ابلیس عبادت کے ذریعہ سے فرشتوں کے زمرے میں آگیا تھا جب اس نے آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا تو فرشتوں کے زمرے سے خارج کر دیا گیا اور لعنت کا طوق اس کے گلے میں پڑ گیا۔ ابلیس کا لقب پڑ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے انصاف کی دھوم رہتی دنیا تک رہے گی، ان کو شہید کرانے والا بھی ظن تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں بیاہی گئی تھیں اور جیتے جی جن کے لیے جنت کی بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی ان کو شہید کرانے والا بھی ظن تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے فضائل و مناقب سے کون واقف نہیں ہے ان کو بھی شہید کرانے والا بھی ظن تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہادت کا جام پلانے والا بھی ظن تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو معرکہ کربلا میں شہید کرانے والا بھی ظن تھا۔ جب ایک انسان دوسرے کسی انسان کو حقیر اور برا سمجھنے لگتا ہے تو وہ خود کتنی تباہی تک پہنچ جاتا ہے اس کا اندازہ آپ خود ہی لگالیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا کہ آپ

صاحبان ظن سے بچو اور کسی کی عزت لینے کے لیے چالیں نہ چلو اور غیبتیں نہ کرو۔

حدیث: حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے غیبت زنا سے بدتر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زنا سے بری کیوں کر ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ زانی توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو خدا نہیں بخشتا جب تک کہ وہ شخص اس کو معاف نہ کر دے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵ حدیث ۷۲۰ غیبت کا بیان
(۲) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۱۰۰

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ جب مجھ کو اوپر لے گیا (یعنی معراج میں) تو وہاں میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام سے یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ حدیث ۴۹۳۲ ترک ملاقات کا بیان
(۲) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۱۵۵

قرآن کریم کے تیسویں پارے میں سورۃ ہمزہ میں آیت نمبر ۱ میں
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ : بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہو

حدیث : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کو ذلیل کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے اور اس کا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں ہوتا۔

حوالہ : صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۲ ص ۱۱۵ حدیث ۲۱۳ جہاد کے بیان میں

کسی شخص کی عادت بن جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے کسی کو دیکھ کر انگلیاں اٹھاتا ہے اور آنکھوں سے اشارے کرتا ہے۔ کسی کے نسب پر طعن کرتا ہے کسی کی ذات میں کیڑے نکلتا ہے کسی پر منہ در منہ چوٹیں کرتا ہے، کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں کرتا ہے کہیں چغلیاں کھا کر اور لگائی بجھائی کر کے دوستوں کو لڑواتا ہے اور کہیں بھائیوں میں پھوٹ ڈلواتا ہے لوگوں کے برے برے نام رکھتا ہے، ان پر چوٹیں کرتا ہے اور ان کو عیب لگاتا ہے یہ بہت ہی بری عادت ہے۔

حسد اور کینہ سے پاک ہونا جنتی ہونے کی دلیل ہے

قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارے میں سورۃ حشر کے پہلے رکوع میں
آیت نمبر ۱۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ : اور ان کے لیے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے

ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال اے ہمارے رب بے شک تو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اگرچہ اصل مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ مالِ فَے میں تقسیم میں حاضر و موجود لوگوں کا ہی نہیں بعد میں آنے والے مسلمانوں اور ان کی آئندہ نسلوں کا حصہ بھی ہے لیکن ساتھ ساتھ اس میں ایک اہم اخلاقی درس بھی مسلمانوں کو دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کے دل میں کسی دوسرے مسلمان کے لیے بغض نہ ہونا چاہیے اور مسلمانوں کے لیے صحیح روش یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں نہ یہ کہ وہ ان پر لعنت بھیجیں اور تبرا کریں مسلمانوں کو جس رشتے نے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا ہے وہ دراصل ایمان کا رشتہ ہے۔

اگر کسی شخص کے دل میں ایمان کی اہمیت دوسری تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو تو لامحالہ وہ ان سب لوگوں کا خیر خواہ ہوگا جو ایمان کے رشتے سے ان کے بھائی ہیں ان کے لیے بدخواہی اور بغض اور نفرت اس کے دل میں اسی وقت جگہ پا سکتی ہے جب کہ ایمان کی قدر اس کی نگاہ میں گھٹ جائے اور کسی دوسری چیز کو وہ اس سے زیادہ اہمیت دینے لگے لہذا یہ عین ایمان کا تقاضا ہے کہ ایک مومن کا دل کسی دوسرے مومن کے خلاف نفرت و بغض سے خالی ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اگر کسی دوسرے مسلمان کے قول یا عمل میں کوئی غلطی پاتا ہو تو وہ اسے غلط نہ کہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہرگز نہیں ہے کہ مومن غلطی بھی کرے تو اس کو صحیح کہا جائے یا اس کی غلط بات کو غلط نہ کہا جائے لیکن کسی چیز کو دلیل کے ساتھ غلط کہنا اور شائستگی کے ساتھ اسے بیان کر دینا اور چیز ہے اور بغض و نفرت، مذمت و بدگوئی اور سب و شتم بالکل ہی ایک دوسری چیز ہے۔ یہ حرکت زندہ معاصرین کے حق میں کی جائے تب بھی ایک

بڑی بُرائی ہے لیکن مرے ہوئے اسلاف کے حق میں اس کا ارتکاب تو اور زیادہ بڑی بُرائی ہے کیوں کہ وہ نفس ایک بہت ہی گندہ نفس ہوگا جو مرنے والوں کو بھی معاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔

اور ان سب سے بڑھ کر شدید برائی یہ ہے کہ کوئی شخص ان لوگوں کے حق میں بدگوئی کرے جنھوں نے انتہائی سخت آزمائشوں کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا تھا اور اپنی جانیں لڑا کر دنیا میں اسلام کا وہ نور پھیلایا تھا جس کی بدولت آج ہمیں نعمت ایمان میسر ہوئی ہے ان کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے ان میں اگر ایک شخص کسی فریق کو حق پر سمجھتا ہو اور دوسرے فریق کا موقف اس کی رائے میں صحیح نہ ہو تو وہ یہ رائے رکھ سکتا ہے اور اسے معقولیت کی حدود میں بیان بھی کر سکتا ہے مگر ایک فریق کی حمایت میں ایسا غلو کہ دوسرے فریق کے خلاف دل بغض و نفرت سے بھر جائیں اور زبان اور قلم سے بدگوئی کی تراوش ہونے لگے یہ ایک ایسی حرکت ہے جو کسی خدا ترس انسان سے سرزد نہیں ہو سکتی اس معاملے میں بہترین سبق ایک حدیث سے ملتا ہے۔

حدیث: مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے فرمایا۔ دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لیے ہوئے تازہ وضو کر کے آرہے تھے، داڑھی سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے، تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ

آج دیکھے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لیے اور اس انصاری سے کہنے لگے ۔ حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ بول چال ہوگئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے یہاں گزار دوں، انھوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں۔ دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لیے اٹھے ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔ اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور نہ میرے والد کے درمیان کوئی بات ہوئی تھی نہ میں نے ناراضی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادت کرتے ہیں جو جیتے جی زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین دن رات تک آپ کی خدمت میں رہا تاکہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ایسے عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا

ہوا دیکھا، اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلائیے
آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
جنتی بنایا آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا
اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا۔
تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ انھوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا
ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے
دھوکے بازی حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا
بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس معلوم ہو گیا
اسی عمل نے آپ کو اس درجے تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے
جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائیؒ بھی اپنی کتاب عمل الیوم و
اللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

حوالہ: (۱) تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۸ صفحہ ۲۲ سورۃ حشر کے پہلے رکوع کی تفسیر میں
(۲) معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۳۲۹

مناقب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدیث: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے ہر نبی کے ساتھ مخصوص آدمی ہوتے ہیں جو اس کے منتخب
و برگزیدہ اور رقیب و نگہبان ہوتے ہیں اور مجھ کو ایسے چودہ آدمی دیے
گئے ہیں۔ ہم نے علیؓ سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں۔ علیؓ نے کہا۔ میں
اور میرے دونوں بیٹے (حسنؓ و حسینؓ) جعفرؓ، حمزہؓ، ابوبکرؓ،
عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، ابوذرؓ

عبداللہ بن مسعود رضہ اور مقداد رضہ۔

حوالہ : (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ حدیث ۱۶۲۵ مناقب کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۳۳ حدیث ۵۹۸۲ 〃 〃 〃

(۳) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۲۰۱ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ کے سامنے عبداللہ بن مسعود رضہ کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا وہ ایک ایسے آدمی ہیں کہ میں ان کو برابر دوست رکھتا ہوں جب سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو۔ عبداللہ بن مسعود رضہ سے، سب سے پہلے آپؐ نے انھیں کا ذکر کیا اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضہ سے اور معاذ بن جبل رضہ اور ابی بن کعب رضہ سے۔

(۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۵ صفحہ ۲۵۳ حدیث ۹۸۹ مناقب کا بیان

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ حدیث ۲۲۱ باب ۲۵ فضائل صحابہ کا بیان

حدیث : حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ	نیک عمل کرنے والے مومنوں نے پہلے
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا	جو کچھ کھا پی لیا ہے اس کا گناہ ان پر نہیں
طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ	ہے جب وہ ڈرے اور ایمان لائے اور
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ	نیک عمل کرنے لگے پھر تقویٰ کیا اور
اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا	ایمان لائے پھر تقویٰ کیا اور اچھا تقویٰ
وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ	کیا اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ
الْمُحْسِنِيْنَ ۝	دوست رکھتا ہے۔

پارہ ۷ سورۃ مائدۃ رکوع ۱۲ آیت نمبر ۹۳

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم ان ہی لوگوں میں سے ہو۔

حوالہ: صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ حدیث ۔۔۔ باب ۔۔۔ فضائل صحابہ کا بیان

حدیث: شقیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا جو شخص جو چیز چھپا کر رکھے گا قیامت کے دن وہی چیز لے کر آئے گا۔ اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تم کس کی قرارت پر مجھے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیتے ہو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ستر سے کچھ زیادہ سورتیں پڑھی ہیں اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں قرآن کا سب سے اچھا جاننے والا میں ہوں اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص قرآن کا علم مجھ سے زیادہ رکھتا ہے تو میں اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ شقیق راوی کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے سامنے کہے اور میں بھی اس جماعت میں شامل تھا لیکن کسی شخص نے بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی نہ تو تردید کی اور نہ ان پر عیب لگایا۔

حوالہ: صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ حدیث ۔۔۔ باب ۲۵ فضائل صحابہ کا بیان

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے مجھ کو خوش خبری سنائی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص قرآن کو قرآنی طریقے پر پڑھنا چاہیے وہ ابن ام عبد کی قرارت پر پڑھے (ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے)

حوالہ: ابن ماجہ شریف صفحہ ۵۳ حدیث ۱۴۱ فضائل صحابہ کا بیان

حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں

نے حضرت حذیفہ رضؓ کے پاس آکر کہا ہمیں اس شخص کا پتہ بتائیے جو اپنے طرز زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہو اور ہدایت و طریق میں بھی سب سے زیادہ حضورؐ سے ملتا جلتا ہو تاکہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں اور اس سے (حدیثیں) سنیں۔ انھوں نے فرمایا۔ ہدایت و سیر اور طریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ تھے یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بےتکلف آتے جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ میں سے جو محفوظ ہیں وہ جانتے ہیں کہ ابن ام عبد (یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ) ان لوگوں میں سے ہیں جو مرتبہ میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حوالہ: ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ حدیث ۱۷۶۳ مناقب کے بیان میں

حدیث: ابوالاحوص کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کے انتقال کے وقت ابو موسیٰ رضؓ اور ابو مسعود رضؓ دونوں موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ تمھارے خیال میں عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے کوئی ایسا آدمی چھوڑا ہے جو انھیں جیسا ہو۔ دوسرے نے کہا۔ تم شاید یہ بات اس بنا پر کہہ رہے ہو کہ جب ہم لوگ حاضری سے روک دیے جاتے تھے تو عبد اللہ بن مسعود رضؓ کو حاضری کی اجازت مل جاتی تھی اور جب ہم موجود نہ ہوتے تھے تو عبد اللہ بن مسعود رضؓ موجود ہوتے تھے۔ اور ایک روایت یوں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضؓ کے دوستوں کے ساتھ ہم لوگ ابوموسیٰ کے گھر میں تھے اور قرآن شریف پر غور کر رہے تھے کہ عبد اللہ بن مسعود رضؓ کھڑے ہو گئے تو ابومسعود رضؓ نے (عبد اللہ بن مسعود کی طرف اشارہ

دوسرے صحابیوں میں سے شاید ہی کسی کو اتنا قرب حاصل ہو، اب ایسے صحابی رضہ کی روایت پر حنفیہ مسلک والے عمل کرتے ہیں تو مسلک اہل حدیث والے صاحبان کو اعتراض ہے تعجب کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میں مشورہ کے بغیر کسی کو امیر و حاکم بنانا چاہتا تو میں تمہارا سردار و حاکم عبد کے بیٹے (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کو بناتا۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ حدیث ۱۲۶۵ مناقب کے بیان میں
(۲) ابن ماجہ شریف صفحہ ۵۳ حدیث ۱۳۰ . فضائل صحابہ کا بیان
(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۴۰ حدیث ۵۹۵۸ مناقب کے بیان میں
(۴) مظاہر حق جلد ۵ صفحہ ۱۹۲ " " "

حدیث : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ لوگوں میں میں کب تک باقی ہوں تمہیں ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو میرے بعد ہیں اور (یہ کہہ کر آپ نے) حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور حضرت عمر فاروق رضہ کی طرف اشارہ کیا اور (پھر فرمایا) حضرت عمار رضہ کے طریقے پر چلو اور جو کچھ عبداللہ بن مسعود رضہ تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ حدیث ۱۶۵۵ مناقب کے بیان میں
(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۹۳۰ حدیث ۵۹۵۷ " " "
(۳) مظاہر حق جلد ۵ صفحہ ۱۹۲ " " "

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول اور وصیت کو

محکم پکڑو اور اسی لیے اختیار کی ہمارے امام اعظم صاحبؒ نے روایت ان کی اور قول ان کا تمام صحابہؓ پر بعد خلفاء اربعہ کے بسبب کمال فقاہت اور خالص ہونے وصیت ان کے متعلق۔

حوالہ: (۱) مظاہر حق جلد ۵ ص۱۵۲ مناقب کے بیان میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے کہہ دیا میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی پیروی کرو اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہیں اس کی تصدیق کرو۔ اتنا کہنے کے بعد کیا اعتراض رہ جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں پر عمل کرنے والوں پر اعتراض کیا جائے۔

لیکن مسلک اہل حدیث صاحبان کو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عملی زندگی پر اعتراض ہے تو پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلک اہل حدیث والوں کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں کہ ان کے عمل پر اعتراض نہ کیا جائے۔

مکثرین سے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جن سے آٹھ سو اڑتالیس حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک سو بیس بخاری و مسلم میں مروی ہیں اور بقیہ دیگر کتب حدیث میں ہیں۔

حوالہ: مظاہر حق جلد ۱ ص۱ مقدمہ میں

کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول اور فعل کو قبول نہیں کرنا یہ الگ بات ہے اور کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا ان کے قول کو یا ان کے فعل کو برا کہنا یا حقیر سمجھنا یا اس پر طنز کرنا یا کفر کے فتوے لگانا یہ بہت ہی بری بات ہے، دنیا و آخرت کے لیے بہت ہی نقصان دہ بات ہے ہم نا اہلوں کو

کیا حق ہے کہ اس پاک جماعت میں سے کسی کو حقیر سمجھیں یا ان کے قول یا فعل کو برا کہیں یا ان کے عمل پر طنز کریں یا کفر کے فتوے لگائیں۔

مُصافحہ

مسلک اہل حدیث والے صاحبان کو آج تک ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی حدیث نہیں ملی۔ چلتے چلتے کسی نے کسی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ باتیں کرتے کرتے کسی نے کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اس قسم کی حدیثیں بیان کر کے اس کے نیچے اپنی طرف سے لکھ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا جواز ہے کسی حدیث کے نیچے شرح میں اپنی طرف سے لکھ دینا کہ اس حدیث میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا جواز ہے یہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث سے ایک ہاتھ سے مصافحہ ثابت نہیں ورنہ اپنی طرف سے لکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ہم نے کتابوں سے تحقیق کرنے میں الحمدللہ کوئی کمی نہیں کی ہے صحاح ستہ کی جو کتابیں ہیں ان میں سے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ کسی محدث نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا باب باندھا ہو اور باب باندھنے کے بعد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی حدیث بیان کی ہو۔ البتہ ایک ہاتھ سے بیعت کرنے کی حدیثیں ملتی ہیں اور وہ کتاب البیعت کے باب میں ہیں نہ کہ مصافحہ کے باب میں بیعت ایک ہاتھ سے ہوتی ہے اور مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ بیعت ہر روز نہیں ہوتی اور نہ بار بار ہوتی ہے اور مصافحہ روزانہ ہوتا ہے اور ایک دن میں کئی کئی بار ہو سکتا ہے۔

مصافحہ ملاقات کے وقت ہوتا ہے اور ملتے وقت سب سے پہلے سلام ہوتا ہے اس کے بعد مصافحہ ہوتا ہے اس کے بعد بات چیت ہوتی ہے، ایک

انسان کسی دوسرے انسان سے ملا اور باتیں شروع کردیں، پانچ دس منٹ باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد دو میں سے کسی ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا یا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا تو اس کو مصافحہ نہیں کہیں گے۔

پہلے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا باب لائیے اس کے بعد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے نام سے حدیث لائیے تو ہم بھی آپ صاحبان کے علم کی انشاء اللہ تعالیٰ قدر کریں گے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے مصافحہ کا باب باندھا ہے، اس کے بعد دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے بعد پھر دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا باب باندھا ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے والے بزرگوں کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ اتنی صاف عبارت آپ صاحبان کو ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے لیے دوسری کتابوں میں نہیں مل سکتی۔

اٹھا پٹک کر کے اپنے مسلک کی بات نبھا لیجیے اور اپنے گمان میں اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھ لیجیے اور اپنے دل کو بہلا لیجیے کہ آپ کا عمل بالکل صحاح ستہ کی حدیثوں پر ہے اب ہم صحیح بخاری شریف کے الفاظ حرف بحرف صفحے نمبروں کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف جلد تیسری پارہ چھبیس صفحہ دو سو چھبیس، اجازت لینے کے بیان میں لکھا ہے۔ یہ عبارت جو ہم نیچے لکھ رہے ہیں وہ چھبیسویں پارہ کے آخری صفحہ پر ہے۔

باب مصافحہ کے بیان میں

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد سکھایا اور میرا ہاتھ اپنے

دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مصافحہ کیا

حوالہ: صحیح بخاری شریف جلد ۳ پارہ ۲۵ ص ۲۶۶ حدیث ۱۱۹۶ باب اجازت لینے کے بیان میں

باب دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے بیان میں ہے اور حماد بن زید نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

حوالہ: صحیح بخاری شریف جلد ۳ پارہ ۲۵ ص ۲۶۶ اجازت لینے کے بیان میں

صحیح بخاری شریف کی اس حدیث پر حنفیہ کا فتویٰ۔

مصافحہ سنت ہے وقت ملاقات کے چاہیے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔

حوالہ: مظاہر حق جلد ۴ ص ۵۹ باب المصافحہ کے بیان میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے والی کو نہیں ماننا اور اس حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا جو باب باندھا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرنا وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلک اہل حدیث والے صاحبان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عملی زندگی میں بعض مسائل میں شاید ناراض ہیں اگر کوئی دوسرا راوی اس حدیث کو بیان کرنے والا ہوتا تو یقیناً اہل حدیث صاحبان اس روایت کو مان لیتے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کو بھی قبول کر لیتے۔

مسلک اہل حدیث صاحبان کا جو حنفیہ مسلک والوں پر اعتراض ہے اس کا سبب بھی شاید یہی ہے یعنی حنفیہ مسلک والوں کا عمل قرآن کریم کے بعد حدیثوں میں زیادہ تر قریب قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کوفے والوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عالم اپنے شہر کے لیے طلب کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیج دیا

تھا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں پیدا ہوئے ہیں تو حنفیہ مسلک کا عمل زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں پر ہے۔

کوفہ کی علمی اہمیت

عہد صحابہ و تابعین میں کوفہ علم حدیث اور علم فقہ کا سب سے بڑا مرکز اور مخزن تھا، یہ شہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا اور چوں کہ یہ نومسلم افراد کا مسکن تھا، اس لیے اس میں تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تھی، اور اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد کو بسایا تھا یہاں تک کہ صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہاں معلم بنا کر بھیجا، اور اہل کوفہ سے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے اوپر ترجیح دے کر عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے کہ چال ڈھال میں، عادت و خصلت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مشابہ کوئی نہیں تھا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ علم سے کتنا بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آخری عمر تک کوفہ میں مقیم رہے اور اس شہر کو علم حدیث اور علم فقہ سے بھر دیا اور انوار نبوت کی پورے زور شور سے اشاعت فرمائی اور یہاں اپنے ایسے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی جو دن رات علم کی تحصیل و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے ایسے شاگردوں کی تعداد چوبتر بتائی جاتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت سے جو علما تیار ہوئے

ان کی تعداد علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایہ کے مقدمہ میں چار ہزار بتلائی ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بعض دوسرے فقہاء صحابہ وہیں آکر مقیم ہوگئے تھے، جن میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن الیمانی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن الجزء رضی اللہ عنہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کوفہ میں مقیم رہے ہیں یہاں تک کہ کوفہ کو وطن بنانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار پانچ سو بتائی ہے۔ اس تعداد میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم شامل نہیں ہیں جو عارضی طور پر کوفہ آئے اور پھر کہیں اور منتقل ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی سے اس شہر میں علم و فضل کا کیا کیا چرچا ہوا ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو وہاں علم و فضل کا چرچا دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود پر رحم فرمائے کہ انھوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا نیز فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اس امت کے چراغ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے بعد کوفہ کی علمی ترقی اور شہرت میں اور اضافہ ہوا، کیوں کہ وہ خود جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان علم اور فقاہت کے اعتبار سے بے حد معروف تھے۔

جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ صحابی نے اپنے شاگرد حضرت عمرو بن میمون کو حکم دیا کہ تم جا کر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کرو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مل گئے تو اس سے کوفہ کا علمی مقام تمام شہروں سے بلند تر ہو گیا کیوں کہ یہی دو حضرات صحابہ کے علوم کا خلاصہ تھے چنانچہ حضرت مسروق بن اجدع فرماتے ہیں۔ میں نے صحابہ کرام کی جماعت میں چل پھر کر محسوس کیا کہ سب کے علم کا سلسلہ صرف چھ صحابہ تک پہنچتا ہے، پھر دوبارہ اس پر غور کیا تو سب کے علم کی انتہا حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود پر پائی رضی اللہ عنہما حضرت مسروق کے اس قول کے مطابق حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ علوم صحابہ کے جامع تھے اور یہ دونوں حضرات کوفہ میں رہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ کوفہ میں علوم صحابہ کا خلاصہ جمع تھا۔

حوالہ: درس ترمذی شریف جلد ۱ ص ۸۹ تا ص ۹۰ مطبوعہ پاکستان

کوفہ میں علم حدیث کی گرم بازاری کا یہ نتیجہ تھا کہ وہاں گھر گھر میں علم حدیث کے چرچے تھے اور وہاں محلہ محلہ علم حدیث کی درسگاہ بن چکا تھا۔ چنانچہ علامہ ابو محمد الرامہرمزی نے "المحدث الفاصل" میں حضرت انس بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کیا ہے۔ جب میں کوفہ آیا تو میں نے کوفہ میں علم حدیث کے چار ہزار طالب علم اور چار سو فقیہ پائے۔ نیز علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں حافظ ابوبکر بن داؤد کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں کوفہ پہنچا تو میرے پاس ایک درہم تھا میں نے اس سے تیس مُد لوبیا خرید لیا۔ ہر روز میں ایک مُد لوبیا کھاتا اور حضرت اشج سے ایک ہزار حدیثیں لکھتا یہاں تک کہ ایک مہینہ میں تیس ہزار احادیث کا مجموعہ تیار ہو گیا۔ اندازہ کیجیے کہ جس شہر میں ایک عام سی صرف ایک استاد

کے پاس تیس ہزار حدیثیں لکھی جاتی ہوں وہاں علم کی وسعت کا کیا حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صرف ایک بخاری کے رجال پر نظر ڈالی جائے تو اس میں تین سو آدمی صرف کوفہ کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار کوفہ کا سفر کیا۔

حَوالَہ: درس ترمذی شریف جلد ۱، صفحہ ۹۰ مطبوعہ پاکستان

مناقب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان میں آپ صاحبان نے پڑھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو کتنا قرب حاصل تھا اور آپ کو قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے پر کتنا ناز تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو جن میں پہلا نام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا کہ عبداللہ بن مسعود رضؓ جو کہے اس کی تصدیق کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ میں عبداللہ بن مسعود رضؓ کو اپنے پر ترجیح دے کر کوفہ بھیج رہا ہوں اور حضرت عمر رضؓ نے عبداللہ بن مسعود رضؓ کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ علم سے کتنے بھرے ہوئے ہیں۔ اور حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے۔ جن کی حدیث ہم مناقب میں بیان کر چکے ہیں یعنی چال ڈھال میں عادت اور خصلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے زیادہ کوئی مشابہ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے اور گھر گھر میں علمی چرچہ کو دیکھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ عبداللہ بن مسعود رضؓ پر رحم فرمائے کہ انھوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضؓ کے شاگرد اس امت کے چراغ ہیں۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام رضؓ کی جماعت میں چل پھر کر محسوس کیا کہ سب کے علم کا سلسلہ صرف چھ صحابہ تک پہنچتا ہے پھر دوبارہ اس پر غور کیا تو سب کے علم کی انتہا حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پائی۔

افسوس ہے اور صد افسوس بعض ان اہل حدیث صاحبان پر جو ایسے جلیل القدر صحابی رضؓ کے قول و فعل پر عمل تو نہیں کرتے بلکہ عمل کرنے والوں پر طنز کرتے ہیں اور اس کو حقیر سمجھتے ہیں یہ ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی شہر کوفہ میں پیدا ہوئے جو اُس دور میں حدیث اور فقہ کا مرکز تھا اور یہیں پرورش پائی اور یہاں کے شیوخ سے علم حاصل کیا۔ چوں کہ صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حدیث مروی نہیں ہے اس لیے بعض تنگ نظر افراد نے یہ سمجھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں کمزور تھے۔ لیکن یہ انتہائی جہالت کی بات اور ایسا بے بنیاد افتراء ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحاح ستہ میں صرف امام ابو حنیفہؒ ہی کی نہیں بلکہ امام شافعیؒ کی بھی کوئی حدیث مروی نہیں بلکہ امام احمدؒ جو امام بخاریؒ کے خاص استاد ہیں ان کی احادیث بھی بخاری میں صرف تین چار جگہوں پر آئی ہیں اور امام مالکؒ کی روایت بھی معدودے چند ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ معاذ اللہ یہ حضرات علم حدیث میں کمزور تھے بلکہ وجہ یہ ہے۔ اوّل تو یہ حضرات فقیہ تھے اس لیے ان کا اصل مشغلہ احکام و مسائل بیان کرنا ہا دوسرے یہ حضرات ائمہ مجتہدین تھے اور ان کے سیکڑوں شاگرد اور متبعین موجود تھے لہٰذا اصحاب صحاح ستہ نے سمجھا کہ ان کے علوم ان کے شاگردوں کے ذریعے محفوظ رہیں گے چنانچہ انھوں نے ان حضرات کے علوم کی حفاظت کی جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا ورنہ جہاں تک علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کی جلالت قدر کا تعلق ہے وہ ایک مسلم اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کیوں کہ وہ باتفاق ائمہ مجتہد ہیں

اور مجتہد کی شرائط میں یہ شرط لازمی ہے کہ اس کو علم حدیث میں پوری بصیرت حاصل ہو اگر اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ میں کوئی کمزوری ہوتی تو ان کو مجتہد کیسے مانا جاسکتا ہے چنانچہ بڑے بڑے علماء حدیث نے ان کے مقام بلند کا پوری طرح اعتراف کیا ہے۔ اگر ان کے اقوال نقل کیے جائیں تو پوری کتاب تیار ہوسکتی ہے اور مناقب ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں یہ اقوال دیکھے جاسکتے ہیں، یہاں صرف چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک حضرت مکی بن ابراہیم کا ہے، یہ امام بخاری کے وہ جلیل القدر استاد ہیں جن سے امام بخاریؒ کی اکثر ثلاثیات مروی ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

"تہذیب التہذیب" میں ان کا یہ قول امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں منقول ہے "اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ واضح رہے کہ اس زمانے میں علم کا اطلاق علم حدیث پر ہی ہوتا تھا لہذا اس مقولہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

دوسرا قول مشہور محدث حضرت یزید بن ہارونؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار شیوخ کو پایا اور ان سے روایات لکھیں۔ پانچ آدمیوں سے کسی کو زیادہ فقیہ، زیادہ تقوے والا اور زیادہ علم والا نہ پایا ان میں سے سب سے اول درجہ کے ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۹۵ پر اپنی سند سے سفیان بن عیینہ کا قول ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کے زمانے میں کوفہ میں کوئی شخص ان سے افضل، ان سے زیادہ ورع وتقویٰ والا ان سے زیادہ تفقہ والا نہ تھا۔

اور حافظ ذہبی ہی نے صفحہ ۱۶۰ پر امام ابوداؤد کا قول ذکر کیا ہے

کہ بے شک ابوحنیفہ امام تھے۔

حوالہ: درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹ مطبوعہ پاکستان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے علمی جھرمٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں علم حاصل کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام اعظم کا درجہ عطا فرمایا اور دنیا کی بہت بڑی جماعت نے اسے قبول کرلیا۔ لیکن نہیں ماننے والے تو دنیا میں بعض ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ خدا کو بھی نہیں مانتے ایسے ضدی آدمیوں کا دنیا میں کوئی علاج نہیں کہ نہیں ماننے والوں کو منوالیا جائے۔ بہرحال بیان کردینا حتی الامکان سمجھانا انسان کا اخلاقی فرض ہے ہدایت کا دینا اللہ ہی کا کام ہے۔

جو ملاقات کے لیے جائے وہ امام نہ بنے

حدیث ۱: حضرت ابوعطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری نماز پڑھنے کی جگہ پر آکر ہم سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ ایک دن نماز کا وقت آگیا۔ ہم نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آگے بڑھیے اور نماز پڑھائیے۔ انھوں نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی آگے بڑھے تاکہ میں بتلاؤں کہ میں کیوں نماز نہیں پڑھاتا (سنو!) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم کی ملاقات کو جائے تو ان کا امام نہ بنے بلکہ ان ہی میں سے کوئی امام بنے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم صحابہؓ و تابعینؒ کا اسی پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ امارت کا مستحق مہمان

سے زیادہ گھروالا ہے۔ بعض علماء نے اجازت دی ہے کہ اگر گھر والے اجازت دے دیں تو مہمان کی امامت میں کچھ حرج نہیں۔ امام اسحٰقؒ نے اس بارے میں اتنی سختی کی ہے کہ اگر گھر والے اجازت بھی دے دیں تب بھی امام نہ بنے۔

۔ امام احمدؒ مسجد کے بارے میں فرماتے ہیں اگر مسجد والے مہمان کو اجازت دے دیں تب بھی امام نہ بنے بلکہ ان ہی میں سے کوئی امام بنے۔

حوالہ: ترمذی شریف جلد ۱ ص ۲۰ حدیث ۳۵۶ نماز کے بیان میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کو امام بننے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میزبانوں ہی میں سے کوئی امام بنے۔ اہل حدیث صاحبان اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ میزبان کی اجازت سے مہمان امام بن سکتا ہے۔ یہ تو بعض علماء کا فتویٰ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امام بننے سے صاف منع کر دیا ہے پھر اہل حدیث صاحبان حدیث مبارک کو چھوڑ کر عالموں کی گود میں پناہ کیوں لیتے ہیں جب کہ حدیث موجود ہے۔

حدیث: ابو عطیہ عقیلیؒ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے نماز پڑھنے کی جگہ میں ایک روز آئے اور نماز کھڑی ہوئی۔ ہم نے کہا امامت کرو۔ انھوں نے کہا تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو کہو جو نماز پڑھائے اور میں تم سے ایک حدیث بیان کروں گا جس وجہ سے میں نماز نہیں پڑھاتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص کسی قوم کی ملاقات کو جاوے وہ ان کا امام نہ بنے بلکہ انھیں میں سے کوئی امامت کرلے۔

حوالہ: (۱) ابوداؤد شریف جلد ۱ پارہ ۳ ص ۲۵۱ حدیث ۵۹۲ باب ۲۱۳ نماز کا بیان

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۲۱۹ حدیث ۱۰۴۲ 〃 〃

(۳) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۳۵۹ نماز کا بیان

حدیث: حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص کسی قوم سے ملنے کو جائے تو نماز نہ پڑھاوے۔

حوالہ: نسائی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ امامت کے بیان میں

محترم اہل حدیث صاحبان بذات خود تو حدیثوں پر عمل کرتے نہیں اور حنفیہ پر طنز کرنا فخر اور کار ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ کہاں کی شرافت ہے۔

فرض نماز کے علاوہ بہترین نماز گھر میں ہے

حدیث: حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے پھر آپ مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھ کر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر آپؐ عشا کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے اور رات کو تہجد کی نماز نو رکعت پڑھتے جن میں وتر بھی شامل تھی اور رات کو دیر تک کھڑے ہوکر اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہوکر پڑھتے تو رکوع اور سجدہ کھڑے ہوکر کرتے اور جب بیٹھ کر پڑھتے تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرتے اور جب صبح روشن ہوتی تو دو رکعت پڑھتے۔

حوالہ: (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ حدیث ۱۰۹۱ سنتوں کے فضائل کے بیان میں

(۲) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۳۰۵ نماز کے بیان میں

حدیث : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو انہیں قبریں نہ بناؤ۔

حوالہ : (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ پارہ ۳ صفحہ ۱۳۱ حدیث ۴۱۳ نماز کے بیان میں

(۲) ابوداؤد شریف جلد ۱ پارہ ۶ صفحہ ۲۹۶ حدیث ۱۰۳۰ باب ۳۵۶ 〃 〃

(۳) ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۹۳ حدیث ۳۹۹ 〃 〃

(۴) ابن ماجہ شریف صفحہ ۸۳ حدیث ۱۳۹۳ 〃 〃

(۵) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۰ حدیث ۶۵۹ 〃 〃

(۶) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۴۲۳ 〃 〃

حدیث : حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہاں مغرب کی نماز پڑھی، جب لوگ مغرب کی نماز پڑھ چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ نفل پڑھ رہے ہیں آپ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا یہ نماز (یعنی نفل) گھروں میں پڑھنے کی ہے۔

حوالہ : (۱) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ حدیث ۱۱۰۹ نماز کے بیان میں

(۲) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۳۸۰ 〃 〃

حدیث : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ چکے (یعنی فرض نماز) تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر کے لیے بھی نماز کا کچھ حصہ رکھے اس لیے کہ خداوند تعالیٰ نماز کے سبب گھروں میں بھلائی پیدا کرتا ہے۔

حوالہ : (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۶۶ حدیث ۱۴۰۳ باب ۲۵۳ نماز کے بیان میں

(۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۱۱۲ حدیث ۱۲۱۸ نماز کے بیان میں

(۳) مظاہر حق جلد ۱ ص ۳۱۸ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے فرض نمازوں کے تمہاری سب سے افضل نمازیں وہ ہیں جو گھر میں پڑھی جائیں۔ اس باب میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت سعید، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن سعد، حضرت زید بن خالد جہنی سے بھی روایت ہے۔ حضرت زید بن ثابت کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حوالہ (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ پارہ ۲۵ ص ۲۳۳ حدیث ۱۰۲۰ آداب کے بیان میں

(۲) ترمذی شریف جلد ۱ ص ۹۱ حدیث ۴۹۰ نماز کے بیان میں

(۳) دارمی شریف ص ۳۳ حدیث ۱۳۵۶ باب ۲۰۲ 〃 〃 〃

(۴) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۱۱۴ حدیث ۱۲۲۱ 〃 〃 〃

(۵) مظاہر حق جلد ۱ ص ۳۲۰ 〃 〃 〃

حدیث : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز میری مسجد میں افضل ہے ہزار نمازوں سے جو اور کسی مسجد میں ہو سوائے مسجد حرام کے۔

حوالہ (۱) صحیح بخاری شریف جلد ۱ پارہ ۵ ص ۲۴۳ حدیث ۱۱۰۱ نماز کے بیان میں

(۲) دارمی شریف ص ۲۳ حدیث ۱۳۰۹ باب ۲۰۱ 〃 〃 〃

(۳) مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۱۲۵ حدیث ۶۳۵ 〃 〃 〃

(۴) مظاہر حق جلد ۱ ص ۲۲۵ 〃 〃 〃

سب سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے لیے افضل گھر ہے۔ یہی حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنی مسجد نبوی میں پڑھنے سے بھی افضل گھر فرمایا ہے حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز کا پچاس ہزار گنا ثواب ہے۔

حوالہ: عین الہدایہ جلد ۱ ص۵۹۵ قیام رمضان کا بیان

فرض نماز کے علاوہ سب نمازیں گھر میں پڑھنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور مسجد نبوی میں پڑھنے سے بھی افضل بتایا ہے حالاں کہ مسجد نبوی میں ایک رکعت نماز پڑھنے سے پچاس ہزار رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ لیکن اس سے بھی افضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گھر بتلایا ہے۔ یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اہل حدیث صاحبان سنت نوافل وتر تراویح وغیرہ مسجد میں کیوں پڑھتے ہیں گھر میں کیوں نہیں پڑھتے۔ یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی دعویٰ کرتے ہیں اہل حدیث ہونے کا تعجب ہے!

ننگے سر

بعض اہل حدیث صاحبان کھلے سر نماز پڑھتے ہیں اور کھلے سر نماز پڑھنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ ان محترموں سے کہا جاتا ہے کہ آپ کھلے سر نماز کیوں پڑھتے ہیں، یہ کون سی حدیث ہے جس پر آپ صاحبان عمل کرتے ہیں تو جواب میں حدیث کا حوالہ تو دے نہیں سکتے صرف زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے حالاں کہ یہ مسئلہ فقہ کا ہے۔

اگر کسی کے پاس عمامہ موجود ہو تو سستی کی وجہ سے یا نماز کو ایک سہل کام سمجھ کر ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔

حوالہ : فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ نماز کے بیان میں

مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، جہاں مکروہ تنزیہی لکھا ہے وہ تنزیہی سمجھا جائے گا اور جہاں پر مکروہ تحریمی لکھا ہے وہ تحریمی سمجھا جائے گا اور جہاں صرف مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہے۔ ایک مکروہ تنزیہی کو بار بار کرنے سے وہ تحریمی بن جاتا ہے۔

صغیرہ گناہ کو ہمیشہ کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہے۔

حوالہ : غایۃ الاوطار اردو ترجمہ درمختار جلد ۱ صفحہ ۲۶۸ اشربہ کا بیان

بعض اہل حدیث صاحبان فقہ کا سہارا لے کر کھلے سر نماز پڑھتے ہیں تو فقہ کا فتویٰ تو یہ بھی ہے کہ بغیر کرتے کے بھی نماز ہوجاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔

کسی شخص کے پاس کرتا موجود ہو اور وہ صرف پاجامہ پہن کر نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔

حوالہ : فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ نماز کے بیان میں

آئیے اہل حدیث صاحبان جو کھلے سر نماز پڑھنے کے عادی بنتے چلے ہیں ان کو فقہ اور سہولت دے رہی ہے یعنی بغیر کرتے کے بھی نماز ہوجاتی ہے۔ مکروہ پر عمل کرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ہٹ جانا ہے تو اب کرتا بھی نہ پہنیے کیوں کہ نماز میں ستر عورت کا چھپانا مرد کے لیے فرض ہے باقی جسم کا ڈھاکنا سنت ہے۔ اہل حدیث صاحبان کو سنت سے اگر معاذ اللہ نفرت ہے تو کرتا بھی نہ پہنیے یا پھر بغیر عمامہ کے یا ٹوپی کے نماز صحیح اور سنت کے مطابق ہوجاتی ہے تو ان حدیثوں کے حوالے نمبر بیان کر دینے کی مہربانی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کو عمامہ اور ٹوپی کا خرچ بھی بچ جائے اور سر پر بوجھ اٹھانے سے بھی نجات ملے۔

اہل حدیث صاحبان کے عالم صاحبان جب وعظ کرتے ہیں تو اس وقت ان

کے سر پر ٹوپی یا عمامہ ضرور ہوتا ہے کوئی اہل حدیث عالم کھلے سر وعظ نہیں کرتا تو پھر نماز میں کھلا سر کیوں؟ نماز کی اہمیت وعظ کی اہمیت سے بہت زیادہ ہے۔

بعض اہل حدیث صاحبان کو بازاروں میں کھلے سر گھومتے ہوئے دیکھتے ہیں کھلے سر بازاروں میں گھومتے رہنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ عمل ہے اور نہ حکم ہے۔ یہ محترم اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور حدیثوں پر عمل نہیں کرتے، تعجب ہے۔

ضد کی بیماری

ضد کا مرض اتنا خطرناک ہے کہ جس کسی کو لگ گیا اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور اس انسان کو پاگل کے مثل بنا دیتا ہے کوئی انسان کسی بیماری کی وجہ سے جب پاگل ہو جاتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو پاگل نہیں سمجھتا بلکہ دنیا والوں کو پاگل سمجھتا ہے، وہی حالت بعض اہل حدیث صاحبان کی ہے۔ ان محترموں کو ضد کی بیماری ہے اور اس بیماری کی وجہ سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی عملی زندگی پر ان کو معاذ اللہ اعتراض ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی اتباع کرنے والے کروڑوں مسلمان اہل حدیث صاحبان کے نزدیک عمل کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں، یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

جو انسان پاگل ہو جاتا ہے وہ اپنا ہی گیت گاتا رہتا ہے دوسروں کی بات سنتا ہی نہیں اور سمجھانے والوں کو پاگل سمجھتا ہے، اسی طرح سے بعض اہل حدیث صاحبان کو ضد کی بیماری نے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ قرآن کریم اور حدیثوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور اپنا ہی گیت گائے جا رہے ہیں۔

دوسروں کی بات سنتے ہی نہیں اور سمجھانے والوں کو گمراہ اور بے دین سمجھ رہے ہیں، یہی تو ضد اور ہٹ دھرمی ہے جس کے بعض اہل حدیث صاحبان مریض ہیں۔

حق کو قبول کرو یا اعتراض کرو

انسان یا تو حق کو قبول کرے یا اعتراض کرے دو ہی پہلو ہیں۔ قرآن کریم کی آیتیں اور حدیث مبارک کے صاف ستھرے الفاظ کو قبول نہیں کرنا ہے تو اعتراض لازمی چیز ہے۔ ہدایت قرآن اور حدیث ہی میں ہے اس سے ہٹ کر اپنی رائے اور عقل کو جو دخل دیتا ہے اسے ہدایت کہاں ملے؟

قرآن کریم کے چودھویں پارے میں سورۂ نحل کے چودھویں رکوع میں آیت نمبر ۱۰۴، ۱۰۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے انھیں خدا کی طرف سے بھی ہدایت نہیں ہوتی اور ان کے لیے المناک عذاب ہے جھوٹ افترا تو وہی باندھتے ہیں جنھیں اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔

جو خدا کے ذکر سے منہ موڑے اللہ کی کتاب سے غفلت کرے، اس کی باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو خدا بھی دور ڈال دیتا ہے۔ انھیں دین حق کو قبول کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی آخرت میں سخت دردناک عذابوں میں پھنسیں گے پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا پر جھوٹ افترا باندھنے والے نہیں ہیں جو ملحد وکافر ہوں ان کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام مخلوق سے بہتر اور افضل ہیں، دین دار، خداشناس بچوں کے سچے ہیں۔ سب سے زیادہ کمال علم وایمان عمل ونیک

آپؐ کو حاصل ہے۔ سچائی میں بھلائی میں یقین میں آپؐ کا کوئی ثانی نہیں ان کا فردوں سے ہی پوچھ لو یہ بھی آپؐ کی صداقت کے قائل ہیں، آپؐ کی امانت کے مداح ہیں، آپؐ ان میں محمدؐ امین کے ممتاز لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابو سفیانؓ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بہت سے سوالات کیے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ دعوائے نبوّت سے پہلے تم نے اسے کبھی جھوٹ کی طرف نسبت کی ہے۔ ابو سفیان نے جواب دیا کبھی نہیں۔ اس پر شاہ نے کہا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس نے دنیاوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی بھی جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان خراب نہ کی ہو، وہ خدا پر جھوٹ باندھنے لگے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۴ ص۵۵ سورۂ نحل کے چودھویں رکوع کی تفسیر میں

مشرکین مکہ کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولؐ کی حیثیت سے اور آپ کی بھلی تعلیم سے منہ موڑنے کے لیے اعتراض کرنے لگتے ہیں حالاں کہ نبوت کے دعوے سے پہلے بھی مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کے لقب سے پکارتے تھے اور جب توحید و رسالت کی دعوت دی تو ان کو بہت ہی برا لگا اور امین کے لقب سے ہٹ کر یہ الفاظ کہنے لگے جس کو قرآن کریم بیان کر رہا ہے۔

قرآن کریم کے تیئیسویں پارے میں سورۂ صٰفّٰت کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۳۵-۳۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تو یہ سرکشی کرتے تھے اور کہتے تھے ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں گے۔؟

کلمہ توحید اور رد شرک سن کر جواب دیتے تھے کہ کیا اس شاعر و مجنون کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے ماننا تو ایک طرف الٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۳ ص۲ سورہ صٰفٰت کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے ستائیسویں پارے میں سورۂ طور کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: پس اے نبیؐ تم نصیحت کیے جاؤ اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو اور نہ مجنون۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسالت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں، ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپؐ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ کی صفائی کرتا ہے۔ کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے تو ارشاد ہوا کہ دین خدا کی تبلیغ کیجیے، الحمد للہ آپؐ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنون والے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۷ ص۱۲ سورۂ طور کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں

کفار مکہ کی ہٹ دھرمیوں کو دیکھیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا مقابلہ کر رہے تھے۔ یہاں خطاب بظاہر تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر دراصل آپؐ کے واسطے سے یہ باتیں کفار مکہ کو سنانی مقصود ہیں۔ ان کے سامنے جب آپؐ قیامت اور حشر و نشر اور حساب و کتاب، جزا و سزا اور جنت و جہنم کی باتیں کرتے تھے اور ان مضامین پر مشتمل قرآن مجید کی آیات اس دعوے کے ساتھ ان کو سناتے تھے کہ یہ خبریں اللہ کی طرف سے میرے پاس آئی ہیں اور یہ اللہ کا کلام ہے جو مجھ پر وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے تو ان کے

سردار اور مذہبی پیشوا اور اوباشں لوگ آپؐ کی ان باتوں پر سنجیدگی کے ساتھ نہ خود غور کرتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ عوام ان کی طرف توجہ کریں۔ اس لیے وہ آپؐ کے اوپر کبھی یہ فقرہ کستے تھے کہ آپ کاہن ہیں اور کبھی یہ کہ آپؐ مجنوں ہیں اور کبھی یہ کہ آپؐ شاعر ہیں اور کبھی یہ کہ آپؐ خود اپنے دل سے یہ نرالی باتیں گڑھتے ہیں اور محض اپنا رنگ جمانے کے لیے انھیں خدا کی نازل کردہ وحی کہہ کر پیش کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اس طرح کے فقرے کس کر وہ لوگوں کو آپؐ کی طرف سے بدگمان کردیں گے اور آپؐ کی ساری باتیں ہوا میں اڑ جائیں گی۔ اس پر فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی واقعی حقیقت تو وہی کچھ ہے جو سورۃ کے آغاز سے یہاں تک بیان کی گئی ہے۔ اب اگر یہ لوگ ان باتوں پر تمھیں کاہن اور مجنوں کہتے ہیں تو پرواہ نہ کرو اور بندگان خدا کو غفلت سے چونکانے اور حقیقت سے خبردار کرنے کا کام کرتے چلے جاؤ کیوں کہ خدا کے فضل سے نہ تم کاہن ہو نہ مجنوں!

قرآن کریم کے انتیسویں پارے میں سورۂ قلم کے پہلے رکوع میں
آیت نمبر ۲،۳،۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔ اے شخص تیرے لیے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تو بہت بڑے عمدہ اخلاق پر ہے۔

اے نبیؐ تو الحمدللہ دیوانہ نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین کہتے ہیں بلکہ تیرے لیے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے جو نہ ختم ہو نہ ٹوٹے نہ کٹے کیونکر تو نے حق رسالت ادا کردیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیل ہیں ہم تجھے بے حساب بدلہ دیں گے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۲۹ صفحہ ۱۱ سورہ قلم کے پہلے رکوع کی تفسیر میں

حضورؐ کے دعوائے نبوت سے پہلے تو اہل مکہ آپؐ کو اپنی قوم کا بہترین آدمی مانتے تھے اور آپؐ کی دیانت و امانت اور عقل و فراست پر اعتماد رکھتے تھے مگر جب آپؐ نے ان کے سامنے قرآن پیش کرنا شروع کیا تو وہ آپؐ کو دیوانہ قرار دینے لگے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ قرآن ہی ان کے نزدیک وہ سبب تھا جس کی بنا پر انھوں نے آپؐ پر دیوانگی کی تہمت لگائی۔ اس لیے فرمایا گیا کہ قرآن ہی اس تہمت کی تردید کے لیے کافی ثبوت ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ کلام جو ایسے بلند پایہ مضامین پر مشتمل ہے اس کا پیش کرنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا خاص فضل ہوا ہے کجا کہ اسے اس امر کی دلیل بنایا جائے کہ آپؐ معاذ اللہ دیوانے ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ یہاں خطاب تو بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اصل مقصود کفار کو ان کی تہمت کا جواب دینا ہے۔

لہٰذا کسی شخص کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ آیت حضورؐ کو اطمینان دلانے کے لیے نازل ہوئی ہے کہ آپؐ مجنون نہیں ہیں، ظاہر ہے کہ حضورؐ کو اپنے متعلق تو ایسا کوئی شبہ نہ تھا کہ اسے دور کرنے کے لیے آپؐ کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی۔ مدعا کفار سے یہ کہنا ہے کہ تم جس قرآن کی وجہ سے اس کے پیش کرنے والے کو مجنون کہہ رہے ہو وہی تمھارے اس الزام کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

اس مقام پر یہ فقرہ دو معنی دے رہا ہے۔ ایک یہ کہ آپ اخلاق کے بہت بلند مرتبے پر فائز ہیں اسی وجہ سے آپؐ ہدایت خلق کے کام میں یہ اذیتیں برداشت کر رہے ہیں ورنہ ایک کمزور اخلاق کا انسان یہ کام نہیں کر سکتا۔ دوسرے یہ کہ قرآن کے علاوہ آپؐ کے بلند اخلاق بھی اس بات کا صریح ثبوت ہیں کہ کفار آپؐ پر دیوانگی کی جو تہمت رکھ رہے ہیں وہ سراسر جھوٹے ہیں کیوں کہ

اخلاق کی بلندی اور دیوانگی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ دیوانہ وہ شخص ہوتا ہے جس کا ذہنی توازن بگڑا ہوا ہے اور جس کے مزاج میں اعتدال باقی نہ رہا ہو۔

اس کے برعکس آدمی کے بلند اخلاق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ نہایت صحیح الدماغ اور سلیم الفطرت ہے اور اس کا ذہن اور مزاج نہایت ہی صحیح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق جیسے کچھ تھے۔ اہل مکہ ان سے ناواقف نہ تھے اس لیے ان کی طرف محض اشارہ کر دینا ہی اس بات کے لیے کافی تھا کہ مکہ کا ہر معقول آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ وہ لوگ کس قدر بے شرم ہیں جو ایسے بلند اخلاق آدمی کو مجنون کہہ رہے ہیں ان کی یہ بے ہودگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ خود ان کے لیے نقصان دہ تھی۔ کہ مخالفت کے جوش میں پاگل ہو کر وہ آپ کے متعلق ایسی بات کہہ رہے تھے جسے کوئی ذی فہم آدمی قابل تصور نہ مان سکتا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے محض قرآن کی تعلیم ہی پیش نہیں کی تھی بلکہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھا دیا تھا جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا آپ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا جس چیز سے اس میں روکا گیا آپ نے خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرمایا جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن صفات کو اس میں ناپسند ٹھہرایا گیا سب سے زیادہ آپ ان سے پاک تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قرآن کریم بھرا پڑا ہے لیکن مشرکین مکہ کو معاذ اللہ جادوگر دکھائی دے رہے تھے، شاعر سمجھ رہے تھے اور پاگل نظر آ رہے تھے حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں معجزے بھی

دیکھ رہے تھے لیکن جس کی قسمت میں ہدایت نہیں ہوتی اس کو ہدایت نہیں ملتی اور اس کے لیے معجزہ اور کرامت بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم کے چوبیسویں پارے میں سورۂ زمر کے چوتھے رکوع میں آیت نمبر ۳۶، ۳۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جسے خدا گمراہ کردے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔

خدا جسے گمراہ کردے اسے کوئی راہ دکھا نہیں سکتا جس طرح خدا کی راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۴ صـ۳ سورۂ زمر کے چوتھے رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے پچیسویں پارے میں سورۂ شوریٰ کے پانچویں رکوع میں آیت نمبر ۴۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جسے خدا گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں۔

وہ جسے راہ راست دکھادے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جس سے وہ راہ حق گم کردے اسے کوئی اس راہ کو دکھا نہیں سکتا۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۵ صـ۲۳ سورہ شوریٰ کے پانچویں رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے پندرہویں پارے میں سورۂ کہف کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۱۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کردے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز اور رہنما پا سکے۔

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کی ہدایت کے لیے کوئی اسباب کارگر نہیں ہو سکتا۔ بھلے اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرلے لیکن ابلیس کو ہدایت نہیں ہو سکتی بھلے اللہ تعالیٰ ہابیل علیہ السلام کی قربانی کو قبول کرلے لیکن

قابیل کو ہدایت نہیں ہوسکتی۔ بھلے اللہ تعالیٰ پہاڑوں جیسی موجوں میں نوح علیہ السلام کی کشتی کو پار لگادے لیکن نوح علیہ السلام کی بیوی کو اور نوح علیہ السلام کے لڑکے کو ہدایت نہیں ہوسکتی۔ بھلے اللہ تعالیٰ آسمان سے باتیں کرنے والی آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے پھولوں کا ڈھیر بنادے لیکن نمرود کو ہدایت نہیں ہوسکتی۔ بھلے اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھروں کی بارش برسادے لیکن لوط علیہ السلام کی بیوی کو ہدایت نہیں ہوسکتی۔ بھلے اللہ تعالیٰ صالح علیہ السلام کے لیے پہاڑ میں سے اونٹنی پیدا کردے لیکن صالح علیہ السلام کی قوم کو ہدایت نہیں ہوسکتی۔ بھلے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں بارہ راستے بنادے لیکن فرعون کو ہدایت نہیں ہوسکتی بھلے اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کردے لیکن ابوجہل کو ہدایت نہیں ہوسکتی۔ جس کی قسمت میں ہدایت نہیں ہوتی اس کے لیے معجزہ اور کرامت بھی کارگر نہیں ہوسکتی۔ ورنہ میں ایک گانے والا گویا اَن پڑھ آدمی ہوں اور ڈاکو خاندان سے ہوں، میں قرآن کو کیا سمجھوں تفسیر کو کیا سمجھوں، حدیث کو کیا سمجھوں، شرح کو کیا سمجھوں، فقہ کو کیا سمجھوں مسائل کو کیا سمجھوں، ترتیب کو کیا سمجھوں اور دلائل کو کیا سمجھوں لیکن ہزاروں نہیں لاکھوں کی عقلیں حیران ہیں دو دو سال کے پروگرام تک رہتے ہیں، لیکن جس کی قسمت میں ہدایت نہیں ہوتی اس کو ہدایت نہیں ملتی، جتنا اس کو سمجھایا جائے گا اتنی ہی اس میں چڑ پیدا ہوجاتی ہے یعنی بات کو مان لینے کے بجائے اور زیادہ ضد میں آجاتا ہے چاہے وہ کسی مسلک کا ماننے والا ہو۔

چھچھورا پن

اہل حدیث صاحبان کو جب سمجھایا جاتا ہے تو مناظرے کا چیلنج دیتے ہیں مباہلے کا چیلنج دیتے ہیں، انعامات کا اعلان کرتے رہتے ہیں، یہ کس حدیث کے الفاظ ہیں ؟ یہ سب چھچھورا پن نہیں تو اور کیا ہے. اس قسم کی باتیں وہی کرتے ہیں جن کے پاس جواب نہیں ہوتا. غریب ان پڑھ اور بھولے مسلمانوں کو پھنسانے کے لیے ان پر اپنا اثر ڈالنے کے لیے اس قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں. کتابوں میں بھی لکھتے رہتے ہیں اشتہاروں میں بھی شائع کرتے رہتے ہیں اور تقریروں میں بھی ڈھول پیٹتے رہتے ہیں، حالاں کہ قرآن پاک کا حکم صرف کہہ دینے کا ہے اگر آپ حق جانتے ہیں تو مخلوقِ خدا کو وہ بات کہہ دیں جس کو آپ جانتے ہیں. اوپر والی لنترانیوں کا حکم قرآن کریم میں نہیں ہیں اور حدیث شریف میں بھی نہیں ہے پھر بھی اس قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں. حالاں کہ اس قسم کی حرکتیں وہی کرتے رہتے ہیں جن کے پاس جواب نہیں ہوتا. بدعتی صاحبان بھی یہی لنترانیاں کرتے رہتے ہیں. اپنا عیب چھپانے کے لیے باطل کو نباہنے کے لیے حق کو جھٹلانے کے لیے ان محترموں کے پاس یہی ایک راستہ ہے جس کا جواب قرآن کریم ان الفاظ میں دیتا ہے.

قرآن کریم کے بیسویں پارے میں سورۂ قصص کے چھٹے رکوع میں آیت نمبر ۵۴،۵۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے.

ترجمہ : یہ اپنے کیے ہوئے صبر کے بدلے دُہرا اجر دیے جائیں گے یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انھیں دے رکھا ہے یہ بھی دیتے رہتے ہیں اور جب بے ہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کرلیتے

ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمھارے اعمال تمھارے لیے تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کے منہ نہیں لگتے۔

قاسم بن ابو امامہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے ساتھ ہی اور بالکل پاس ہی تھا۔ آپؐ نے بہت ہی بہترین باتیں ارشاد فرمائیں جن میں یہ بھی فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو مسلمان ہو جائے اسے دوہرا اجر ہے اور اس کے عام مسلمانوں کے برابر حقوق ہیں پھر ان کے نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ یہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں درگزر کر دیتے ہیں اور نیک سلوک ہی کرتے ہیں اور اپنی حلال روزیاں اللہ کے نام خرچ کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں، زکوٰۃ صدقات خیرات میں کبھی بخل نہیں کرتے، لغویات سے بچے ہوئے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستیاں نہیں کرتے، ایسی مجلسوں سے دور رہتے ہیں بلکہ کبھی اچانک گزر ہو بھی جائے تو بزرگانہ طور پر ہٹ جاتے ہیں۔ ایسوں سے میل جول الفت محبت نہیں کرتے صاف کہہ دیتے ہیں کہ تمھاری کرنی تمھارے ساتھ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ یعنی جاہلوں کی سخت کلامی بھی برداشت کر لیتے ہیں انھیں ایسا جواب نہیں دیتے کہ وہ اور بھڑکیں بلکہ چشم پوشی کر لیتے ہیں اور طرح دے جاتے ہیں چوں کہ خود پاک نفس ہیں اس لیے پاکیزہ کلام ہی منہ سے نکالتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو ہم نہ جاہلانہ روش پر چلیں نہ جہالت کی چال کو پسند کریں۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۰ ص۳۲ سورہ قصص کے چھٹے رکوع کی تفسیر میں

قرآن کریم کے پچیسویں پارے میں سورہ شوریٰ کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۱۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں
ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور
اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

الحمدللہ قرآن و حدیث کے ساتھ معقول دلائل سے سمجھانے کا جو حق تھا اس کو ہم نے حتی الامکان ادا کر دیا اب خواہ مخواہ تو تو میں میں کرنے سے اور بحث مباحثہ اور مناظروں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور سمجھنے یا سمجھانے کے لیے مناظرہ ضروری بھی نہیں ہے۔ آپ صاحبان اگر ہم سے جھگڑا کریں بھی تو ہم آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ صبر کریں گے اور آپ کو معاف کر دیں گے۔

اہل حدیث کے مسلک سے یا مسلک کے ماننے والوں سے الحمدللہ ہم کو کوئی عداوت نہیں ہے اور نہ کوئی کینہ اور حسد ہے، جو مسائل اس کتاب میں زیر بحث ہیں صرف ان کو سمجھانا ہمارا مقصد ہے سمجھ میں آئے تو بھلا نہ آئے تو بھلا۔ آپ کے عمل کا پھل آپ کو ملے گا اور ہمارے عمل کا پھل ہم کو ملے گا۔ اس کا فیصلہ ایک دن ہو کر رہے گا۔ اس پر ہمارا اور آپ کا اور کل کائنات کے مسلمانوں کا ایمان و یقین ہے کہ قیامت آئے گی اور یقیناً آئے گی۔ اس دن حق اور باطل سچ اور جھوٹ کا فیصلہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود کریں گے۔

اے باری تعالیٰ تو پاک ہے اور قادر مطلق ہے، تو ہی خالق ہے مالک ہے اور رزاق ہے اور کل کائنات کا پالنہار ہے، زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ تیری حمد و ثنا کرتے ہیں، تجھے ذرے ذرے کا علم ہے، ہم تیری وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، تیری ذات میں تیری صفات میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور تیرے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں، بھلے ہیں تب بھی تیرے ہیں بُرے ہیں تب بھی تیرے ہیں، ہم اپنے گناہوں کا اور

خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں، ہماری سب کی تیرے دربار میں التجا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کو صحیح سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور جو کچھ ہم سے لغزشیں ہوئی ہوں اس کو معاف فرما اور تیرے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے دل میں محبت عطا فرما اور ہم کو اور ہمارے ہر ایک مسلمان مردوں عورتوں کو ہر ایک آفت و بلا سے بچا اور دنیا و آخرت میں بھلے سے بھلی نعمتیں عطا فرما۔ آمین!

آپ کی بھلی دعاؤں کا طالب

آپ کا دعاگو حقانی

محمد پالن حقانی

مل پلاٹ، پوسٹ وانکانیر نمبر ۲

پن کوڈ نمبر ۳۶۳۶۲۲

ضلع راجکوٹ گجرات

انڈیا

قندیل | جلد اوّل

جلا سکو تو جلاؤ دلوں کی قندیلیں ، اندھیرا ختم نہ ہوگا چراغ جلنے سے

قندیل

روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ اقرا میں
وقتاً فوقتاً شائع شدہ مضامین کا مجموعہ جن
میں دل کا درد بھی ہے، اصلاح کی دعوت بھی،
غفلت، جہالت اور لاعلمی کے اندھیروں سے نکل کر
علم و آگہی اور ہدایت و معرفت کی روشنیوں سے
متعارف کرنے والی وہ قندیل جو آپ کے دل و دماغ
ہی نہیں روح اور ضمیر کو بھی روشن کر دے گی۔

مؤلف
قاری حامد محمود قادری

مکتبۃ البخاری

جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان کو ذلیل کر دیا گیا تو اس نے عہد کیا جن میں سے ایک یہ بھی ہے: "اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔" (سورۃ النساء آیت ۱۱۹)

داڑھی

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

حضرت اقدس فضیلۃ الشیخ مولانا مفتی عبید الرحمٰن صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث و رئیس دارالافتاء

جامعہ عثمانیہ احیاء العلوم بلدیہ ٹاؤن کراچی

مکتبۃ البخاری، نزد صابری پارک، گلستان کالونی، لیاری ٹاؤن کراچی

فون نمبر 2520385...2529008...0300,2140865



نکھرے موتی
تدوین قرآن
تاریخ بنو امیہ
اصلاحی مضامین
ایمان افروز احادیث
آپ فتویٰ کیسے دیں؟